Over 185K Followers

20 TO 26 OCTOBER, 2025 ☆☆☆ ۲۰تا۲۶، اکتوبر۲۰۲۵

صارفین سے سرکار تک
چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

ایڈیٹر: نشید آفاقی

CONSUMER WATCH KARACHI

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

حکیم محمد سعید کا یوم شہادت
خصوصی مضمون اندرونی صفحات پر

ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز، مصنوعی ذہانت اور نینو ٹیکنالوجی کا نیا منظرنامہ

ایمازون کا عالمی سیٹلائٹ منصوبہ اور پاکستان کی شمولیت

ای بائیکس اسکیم: پاکستان میں انقلاب کی سمت پہلا قدم

3 قد آور صحافیوں کی سالگرہ کراچی پریس کلب کی یادگار تقریب بن گئی

اُردو ادبیات ولسانیات کے مطالعہ اور فروغ میں کتب خانوں کا کردار

17 اکتوبر کو شہید حکیم محمد سعید کے 28 ویں یومِ شہادت کے موقع پر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کی صدر محترمہ سعدیہ راشد اور ہمدرد پاکستان کی مینیجنگ ڈائریکٹر اور سی ای او محترمہ فاطمہ منیر احمد ہمدرد یونیورسٹی، مدینۃ الحکمت میں حکیم محمد سعید کے مزار پر حاضری دے رہی ہیں

شہیدِ وطن: حکیم محمد سعید

تحریر: عامر سعید خان

حکیم محمد سعید ایک ایسے مردِ مومن، پرہیزگار، خدا ترس اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی کو خدمتِ خلق، اشاعتِ علم، فروغِ طب اور تعمیرِ ملت کے لیے وقف کر دیا۔ وہ ذاتی مفادات کو ہمیشہ اجتماعی اور قومی مفادات پر قربان کر دینے والے عظیم المرتبت انسان تھے۔ ان کا وجود سراپا ایثار، ان کی زندگی ایک مسلسل جدوجہد، اور ان کی شہادت انسان دوستی اور حق پرستی کی لازوال دلیل ہے۔

حکیم صاحب کی ذات علم و حکمت کا گنجینہ تھی۔ وہ نہ صرف ایک جید طبیب اور حاذق معالج تھے بلکہ ایک مردِ درویش، انسانیت کے محسن اور پاکستان کے مخلص ترین خادم بھی تھے۔ ان کا یہ معمول رہا کہ ہمیشہ باوضو رہتے، اکثر روزے سے مریضوں کا علاج کرتے اور شفایابی کو محض اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے۔ لاکھوں مریضوں کا وہ بلا معاوضہ علاج کرتے رہے۔ پاکستان کے بڑے شہروں — کراچی، لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں وہ پابندی سے صبح کے اوقات میں مطب کھولتے اور دکھی انسانیت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے۔

مشرق کی طب جو صدیوں کی تاریخ رکھتی تھی مگر تحقیق اور ارتقاء کے فقدان کا شکار تھی، اس کے احیاء اور فروغ کے لیے حکیم صاحب نے انتھک محنت کی۔ انہوں نے اسے جدید سائنسی خطوط پر استوار کیا، دواسازی میں معیاری ٹیکنالوجی متعارف کرائی، حکماء کو اصول و ضوابط کا پابند بنایا اور طبِ یونانی کو ایک نیا عروج بخشا۔ ان کا خواب یہ تھا کہ طبِ مشرقی، ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کریں تاکہ غریب اور متوسط طبقے کو ارزاں اور مؤثر علاج میسر آ سکے۔

نونہالوں کی تربیت

حکیم صاحب کے دل میں بچوں کے لیے محبت کا بے پایاں جذبہ موجزن تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہی نونہال وطنِ عزیز کے مستقبل کے معمار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے 1953ء میں رسالہ ہمدرد نونہال جاری کیا جو آج بھی ان کی صاحبزادی محترمہ سعدیہ راشد کی سرپرستی میں شائع ہو رہا ہے۔ 1964ء سے لے کر اپنی شہادت (1998ء) تک وہ مسلسل ''جاگو جگاؤ'' کے عنوان سے کالم لکھتے رہے، جس کے ذریعے انہوں نے بچوں اور نوجوانوں میں مطالعہ کی عادت، اخلاقی تربیت اور حب الوطنی کا جذبہ پروان چڑھایا۔

نونہال ادب کے شعبے کے تحت تقریباً ساڑھے چار سو سے زائد کتب شائع کی گئیں جن میں دلچسپ کہانیاں، سائنسی مضامین، تاریخی و دینی کتب اور معلوماتی ذخیرہ شامل ہے۔ حکیم صاحب کا یقین تھا کہ علم کے بغیر انسان بصارت کے باوجود نابینا ہے۔ اسی یقین کے تحت انہوں نے بزم ہمدرد نونہال (1985ء) قائم کی جو بعد ازاں ہمدرد نونہال اسمبلی (1995ء) کی صورت میں نئی جہتوں سے متعارف ہوئی۔ یہ ادارہ آج بھی بچوں میں قومی شعور بیدار کرنے اور ان کی فکری تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت

حکیم صاحب نے نوجوان نسل کی ذہنی و اخلاقی آبیاری کے لیے آوازِ اخلاق کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور اسی عنوان سے رسالہ بھی جاری کیا۔ ان کا ماننا تھا کہ اگر نوجوانوں کی نظریاتی سمت درست کر دی جائے اور ان کی سیرت سازی اعلیٰ اقدار کی بنیاد پر ہو تو معاشرہ ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ ہو سکتا ہے اور ایک مثبت و صحت مند انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔

ایک ہمہ جہت شخصیت

حکیم محمد سعید بلاشبہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک طرف وہ عظیم طبیب، محقق اور دواساز تھے تو دوسری جانب محبِ وطن، مفکر، مصلحِ قوم، ادیب اور نونہالانِ وطن کے مربی بھی تھے۔ ان کی شخصیت کا ہر پہلو قوم کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ تعلیم، صحت، ادب اور سماجی خدمات کے میدان میں ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

ان کا خونِ جگر پاکستان کی مٹی میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ان کی شہادت نے اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ وہ اپنی آخری سانس تک عہدِ وفا نبھانے والے عاشقِ وطن تھے۔ بلاشبہ حکیم محمد سعید کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے جنہیں صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔

20 TO 26 OCTOBER, 2025 ☆☆ ۲۰ تا ۲۶، اکتوبر ۲۰۲۵ ☆☆

صارفین سے سرکار تک

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH KARACHI

https://www.facebook.com/ Consumer-watch.com

مجلس ادارت:

● چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم ● ایگزیکٹو ایڈیٹر: ڈاکٹر ہما بخاری ● ایڈیٹر: نشید آفاقی

● لیگل ایڈوائزر: ندیم شیخ ایڈووکیٹ ● ایم ڈی سیلز اینڈ مارکیٹنگ: ظفر حسین،

● ڈائریکٹر بزنس ڈیولپمنٹ: ثوبیہ شاکر علی ● پریس منیجر: شکیل احمد خان

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد

محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد

محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

دفتر کا پتہ: H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی

فون نمبر: 021-34528802-3

فرمان الٰہی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے کہ حق کا رستہ دکھائے، کہہ دو کہ اللہ ہی حق کا رستہ دکھاتا ہے، بھلا جو حق کا رستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اسے رستہ نہ بتائے، رستہ نہ پائے تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو؟

سورۃ یونس 10 - آیت نمبر 35

مجھے ہے حکم اذاں.................!

وزیرخزانہ محمد اورنگزیب نے پاکستان کی کریڈٹ ریٹنگ کو B- کے ساتھ مستحکم آوٹ لک دینے پر بین الاقوامی ریٹنگ ایجنسی فچ کا شکریہ ادا کیا ہے۔ وزیرخزانہ محمد اورنگزیب نے دورہ امریکا کے دوران فچ ریٹنگز کے حکام سے ملاقات کی اور پاکستان کی اقتصادی اصلاحات اور پیشرفت پر تبادلہ خیال کیا۔ وزیرخزانہ نے تینوں بڑی بین الاقوامی ریٹنگ ایجنسیوں کی درجہ بندی میں ہم آہنگی پر اطمینان کا اظہار کیا، انہوں نے فچ ٹیم کو بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے ساتھ طے پانے والے اسٹاف لیول معاہدے سے آگاہ کیا۔ وزیرخزانہ نے حکومت کے نجکاری کے عمل کو تیز کرنے، مالی استحکام اور کارکردگی میں مزید بہتری لانے کے عزم کا اظہار کیا جب کہ انہوں نے ٹیکس نظام، توانائی، نجکاری اور سرکاری اداروں میں کی جانے والی اصلاحات پر روشنی بھی ڈالی۔ محمد اورنگزیب نے امریکی انتظامیہ کے ساتھ تجارتی و ٹیرف مذاکرات کے بارے میں آگاہ کیا اور امریکی انتظامیہ کے ساتھ تجارتی و ٹیرف مذاکرات کے بارے میں بھی بتایا۔ وزیرخزانہ نے فچ ٹیم کے سوالات کے جوابات دیے جس میں انہوں نے پاکستان کی معیشت میں استحکام اور اصلاحاتی عمل کے تسلسل کے عزم کا اعادہ کیا۔ رواں برس حکومت کی جانب سے استعمال شدہ پرانے کپڑوں کی درآمد پر 200 روپے فی کلوگرام ٹیکس پر تاجر بلبلا اٹھے۔ تاجروں کے مطابق حکومت کی جانب سے استعمال شدہ پرانے کپڑوں کی درآمد پر 200 روپے فی کلوگرام کا عائد ٹیکس کیا گیا ہے، اس سے استعمال شدہ گرم ملبوسات کی فی عدد قیمت میں 500 سے 1500 روپے تک ہونے والا اضافہ سفید پوش اور غریب طبقے کو متاثر کرسکتا ہے۔ تاجروں کا کہنا ہے کہ اس بار استعمال شدہ گرم ملبوسات کی قیمتیں زیادہ ہیں لیکن اس کے باوجود کوشش ہے کہ جتنی قیمت کم کرسکتے ہیں کی جائیں۔ تاجروں کے مطابق ڈیوٹیز زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم نے مال پر بہت زیادہ انویسٹ کیا ہوا ہے پہلے جو ہمارا مال آتا تھا کنٹینرز کے حساب سے اس پر اتنی ڈیوٹیز لگ چکی ہیں کہ اب یہ مال کسٹمر کی پہنچ سے بھی آہستہ آہستہ دور ہوتا جارہا ہے۔ تاجروں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت استعمال شدہ ملبوسات کی درآمد پر ٹیکسوں کی شرح کو کم کرے تاکہ سفید پوش اور غریب طبقہ افراد لنڈا بازاروں سے سستے داموں خریداری کرسکیں۔ ماڑی انرجیز نے سندھ کے شہر ڈھرکی سے تیل اور گیس کی دریافت کا اعلان کیا ہے۔ ماڑی انرجیز کی جانب سے جاری اعلامیے میں کہا گیا ہے سندھ کے ضلع گھوٹکی کے شہر ڈھرکی سے تیل اور گیس کا ذخیرہ دریافت ہوا ہے۔ ماڑی انرجیز کا کہنا ہے کہ دریافت ماڑی غزیج سی ایف بی ون ایکسپلوریشن ویل سے ہوئی، ماڑی انرجیز، ماڑی ڈیولپمنٹ اینڈ پروڈکشن لیز کی 100 فیصد حقوق کے ساتھ آپریٹر ہے۔ اعلامیے کے مطابق ایف بی ون ایکسپلوریشن کنواں تیل سے بھرپور زونز کو ہدف بنا کر کھودا گیا تھا، ٹیسٹنگ کے دوران کنویں سے 305 بیرل یومیہ تیل حاصل ہوا جب کہ یومیہ 30 لاکھ مکعب فٹ گیس حاصل ہوئی۔

خیر اندیش

شیخ راشد عالم

چیف ایڈیٹر کنزیومر واچ

Top Stories ٹاپ اسٹوریز

PAGE 04

ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز اور عالمی لیبر مارکیٹ کا نیا منظر نامہ

PAGE 10

اُردو ادبیات ولسانیات کے مطالعہ اور فروغ میں کتب خانوں کا کردار

PAGE 06

مصنوعی ذہانت نے انقلاب برپا کردیا، ماہرین بایوکیمسٹری

PAGE 12

ای بائیکس اسکیم: پاکستان میں انقلاب کی سمت پہلا قدم

PAGE 08

3 قد آور صحافیوں کی سالگرہ کراچی پریس کلب کی یادگار تقریب بن گئی

PAGE 14

چین کا مصنوعی سورج

چیف ایڈیٹر و پبلشر شیخ راشد عالم نے فیئر پرنٹنگ پریس راجہ کوثر بلڈنگ، برنس روڈ سے چھپوا کر H-41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2 کراچی سے شائع کیا

Over 185K Followers on social media now shining in print too

کنزیومر واچ رپورٹ

دنیا تیزی سے ایک ایسی سمت بڑھ رہی ہے جہاں ٹیکنالوجی انسانی زندگی کے ہر پہلو کو نئی شکل دے رہی ہے۔ مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence - AI)، روبوٹکس، جدید توانائی کے نظام، اور سینسر نیٹ ورکس جیسی ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز صرف صنعتوں کی پیداواریت کو نہیں بڑھا رہیں بلکہ عالمی لیبر مارکیٹ کو بھی مکمل طور پر بدلنے جا رہی ہیں۔ عالمی اقتصادی فورم (World Economic Forum - WEF) کی حالیہ رپورٹ ''نوکریاں: مستقبل کی ٹیکنالوجی اور دنیا کی سب سے بڑی ورک فورسز کا مستقبل'' میں یہی موضوع زیرِ بحث آیا ہے کہ کس طرح یہ جدید ٹیکنالوجیز روزگار کے مواقع، پیشہ ورانہ مہارتوں اور صنعتی ڈھانچے پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہیں۔

ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز اور عالمی لیبر مارکیٹ کا نیا منظرنامہ

ٹیکنالوجی کا بدلتا ہوا کردار

رپورٹ کے مطابق، ٹیکنالوجی اب محض پیداواری صلاحیت بڑھانے کا ذریعہ نہیں بلکہ عالمی سطح پر اقتصادی و سماجی ڈھانچوں کی تشکیلِ نو کا باعث بن رہی ہے۔ زراعت، مینوفیکچرنگ، تعمیرات، صحت، تجارت، ٹرانسپورٹ اور انتظامی امور جیسے شعبوں میں ڈیجیٹل ٹرانسفارمیشن ایک نئی معاشی حقیقت بن چکا ہے۔ یہ سات شعبے مجموعی طور پر دنیا کی ورک فورس کا تقریباً 80 فیصد حصہ ہیں، اس لیے ان میں ہونے والی تبدیلیاں براہِ راست اربوں افراد کی زندگیوں پر اثرانداز ہوں گی۔ ٹیکنالوجی کی ترقی سے ایک طرف جہاں پیداواریت میں نمایاں اضافہ ہو رہا ہے، وہیں دوسری جانب روایتی روزگار کے ماڈل چیلنجز کا شکار ہو رہے ہیں۔ اے آئی، مشین لرننگ اور روبوٹکس کی بدولت مشینیں اب وہ کام کرنے کے قابل ہوگئی ہیں جو کبھی صرف انسان انجام دے سکتا تھا، مثلاً مشین ویژن کے ذریعے معیار کی جانچ، خودکار گاڑیاں، یا طبی تشخیص میں مددگار الگورتھم۔

مواقع اور چیلنجز

ٹیکنالوجی کے انقلاب کے ساتھ مواقع بھی بے شمار ہیں۔ مثلاً زرعی شعبے میں سینسر نیٹ ورکس اور مصنوعی ذہانت پر مبنی نظام کسانوں کو فصل کی نگرانی، پانی کے مؤثر استعمال اور بیماریوں کی پیشگوئی میں مدد دے رہے ہیں۔ اسی طرح صحت کے شعبے میں روبوٹک سرجری اور اے آئی بیسڈ تشخیص مریضوں کے علاج کو زیادہ درست، تیز اور کم لاگت بنا رہی ہے۔

تاہم، یہ ترقی خطرات سے خالی نہیں۔ سب سے بڑا خطرہ نوکریوں کے خاتمے اور مہارتوں کے عدم توازن کا ہے۔ جب خودکار مشینیں انسانی افرادی قوت کی جگہ لیتی ہیں تو لاکھوں افراد بیروزگار ہونے کے خدشے سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ رپورٹ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ نئی ٹیکنالوجیز کے ساتھ ساتھ حکومتوں اور اداروں کو ایسی حکمتِ عملیاں اپنانا ہوں گی جو افرادی قوت کو نئے تقاضوں کے مطابق تربیت دیں اور تبدیلی کے عمل میں اُنہیں شامل رکھیں۔

مختلف شعبوں میں تبدیلی کی نوعیت

رپورٹ میں کئی مثالیں دی گئی ہیں جو اس تبدیلی کے عملی اثرات کو واضح کرتی ہیں۔

ڈرون ٹیکنالوجی متحدہ عرب امارات میں شہری علاقوں میں سامان کی ترسیل میں انقلاب لا رہی ہے، جب کہ گھانا جیسے افریقی ممالک میں طبی آلات اور ویکسینز کی ترسیل ممکن بنا رہی ہے۔ قابلِ تجدید توانائی کے نظام افریقہ میں بجلی کے تعطل کو کم کر رہے ہیں، جس سے فرنٹ لائن ورکرز کے کام کے اوقات مستحکم ہو رہے ہیں اور توانائی ماہرین کی مانگ بڑھ رہی ہے۔

نیم خودکار تعمیراتی آلات مزدوروں کے جسمانی دباؤ کو کم کر کے کام کی حفاظت اور معیار کو بہتر بنا رہے ہیں۔

روبوٹکس اور اے آئی کا امتزاج صحت کے شعبے میں علاج کے طریقوں، تشخیص کے معیار اور انتظامی نظام کو تیزی سے بدل رہا ہے۔

یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ ٹیکنالوجی صرف ترقی یافتہ ممالک تک محدود نہیں بلکہ ترقی پذیر دنیا میں بھی تبدیلی کی بنیاد بن رہی ہے۔ تاہم، اس کے لیے بنیادی شرط مساوی رسائی اور ٹیکنالوجی کا منصفانہ پھیلاؤ ہے۔

پالیسی اور سرمایہ کاری کی ضرورت

عالمی اقتصادی فورم کی سربراہ برائے کام، اجرت و ملازمت تخلیق، ٹِل لیوپولڈ کے مطابق، ''ٹیکنالوجی کی ترقی کا راستہ اُن فیصلوں سے طے ہوگا جو آج کیے جائیں گے۔'' اس تناظر میں حکومتوں، نجی شعبے اور بین الاقوامی اداروں کے درمیان قریبی تعاون ناگزیر ہے۔

رپورٹ کے مطابق درج ذیل اقدامات ناگزیر ہیں: ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کا فروغ: نئی صنعتوں اور تحقیق کے لیے مالی وسائل کو متحرک کیا جائے۔ تعلیمی و تربیتی اصلاحات: ورک فورس کو نئی مہارتوں، جیسے ڈیٹا سائنس، روبوٹ آپریشن، اور قابلِ تجدید توانائی کے نظم و نسق کی تربیت دی جائے۔ مارکیٹ ڈھانچوں کی اصلاح: نئی ٹیکنالوجی پلیٹ فارمز کارکردگی میں اضافہ تو کریں مگر مارکیٹ پر اجارہ داری سے بچیں۔ انسانی شمولیت کو یقینی بنانا: ٹیکنالوجی کی ترقی کو سماجی انصاف اور برابری کے اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ کم آمدنی والے ممالک پیچھے نہ رہ جائیں۔

ترقی پذیر ممالک کے لیے چیلنجز

پاکستان سمیت بہت سے ترقی پذیر ممالک کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ ٹیکنالوجی کے اس عالمی انقلاب میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ ہمارے خطے میں بنیادی ڈھانچے، انٹرنیٹ تک رسائی، تعلیمی معیار اور تحقیقاتی وسائل کی کمی ٹیکنالوجی کی منتقلی میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اگر بروقت اقدامات نہ کیے گئے تو مستقبل کی نوکریاں چند ترقی یافتہ ممالک تک محدود رہ جائیں گی، جب کہ باقی دنیا بیروزگاری اور عدم مساوات کا شکار ہوگی۔ لہٰذا، ترقی پذیر ممالک کو ٹیکنالوجی میں مقامی سرمایہ کاری، نجی شعبے کی شراکت داری، اور پبلک-پرائیویٹ پارٹنرشپ ماڈلز کے ذریعے اپنی افرادی قوت کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔ ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز نہ صرف عالمی لیبر مارکیٹ بلکہ انسانی معاشرت کی بنیادوں کو بھی بدلنے جا رہی ہیں۔ ان کی بدولت پیداواریت، کارکردگی، اور معیار میں اضافہ یقینی ہے، مگر ساتھ ہی بے روزگاری، معاشی عدم مساوات اور سماجی عدم استحکام کے خطرات بھی موجود ہیں۔ ان خطرات سے نمٹنے اور مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ حکومتیں، نجی ادارے، تعلیمی تنظیمیں اور خود ورک فورس ایک مشترکہ وژن کے تحت کام کریں۔ ٹیکنالوجی اگر انسان کی فلاح کے لیے استعمال کی جائے تو یہ ترقی، خوشحالی اور مساوات کا نیا دور شروع کر سکتی ہے — بصورت دیگر، یہ معاشی تقسیم کو مزید گہرا بھی کر سکتی ہے۔ دنیا آج جس موڑ پر کھڑی ہے، وہاں فیصلہ یہی طے کرے گا کہ ٹیکنالوجی انسان کی خادم بنے گی یا اس کی متبادل۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

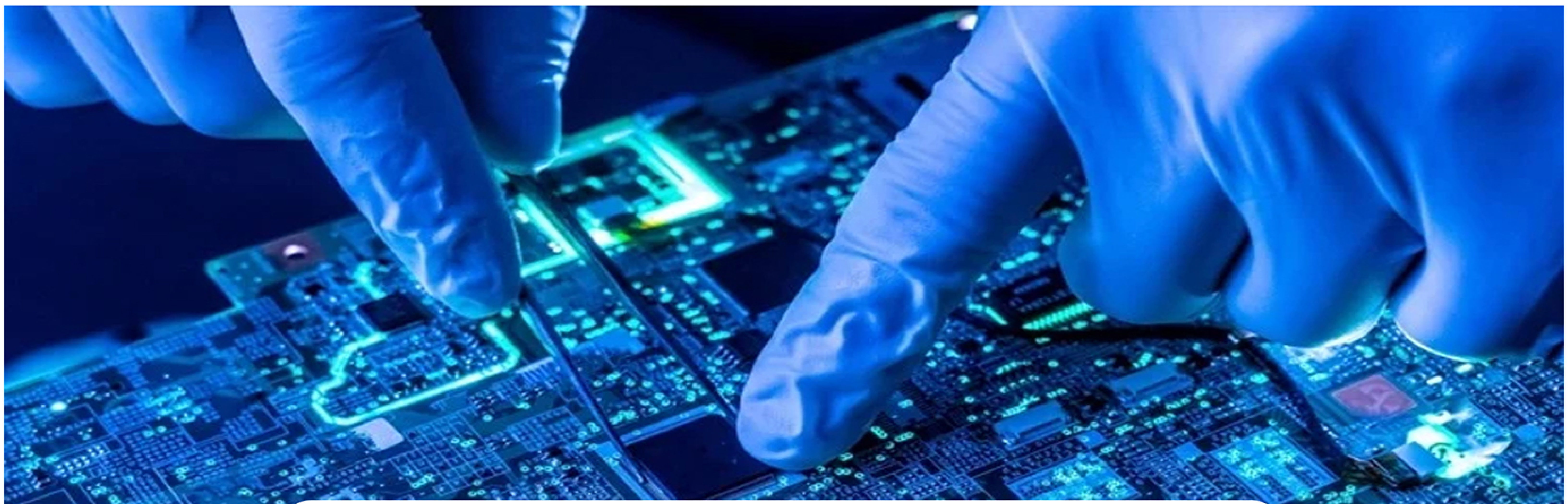

مصنوعی ذہانت، نینوٹیکنالوجی اور جدید لیبارٹری آلات نے طبّی تحقیق اور تشخیص میں انقلاب برپا کردیا ہے، ماہرین بایوکیمسٹری

کنزیومر واچ نیوز

میڈیکل اینڈ کلینیکل بایو کیمسٹری کے ماہرین نے کہاہے کہ مصنوعی ذہانت، نینوٹیکنالوجی اور جدید لیبارٹری آلات نے طبّی تحقیق اور تشخیص میں انقلاب برپا کردیا ہے، ورکشاپس نئی نسل کے محققین کو سائنس اور مریضوں کی نگہداشت کے درمیان پل قائم کرنے کی تحریک دیتی ہیں ان خیالات کا اظہار ماہرین نے ڈاؤ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز (DUHS) کراچی کے پروفیشنل ڈیولپمنٹ سینٹر میں سوسائٹی آف میڈیکل اینڈ کلینیکل بایوکیمسٹری (SOMCB) سندھ چیپٹر کے زیرِ اہتمام "میڈیکل بایوکیمسٹری میں ابھرتے ہوئے رجحانات" کے موضوع پر ایک روزہ پری کانفرنس ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے کیا، ورکشاپ کا انعقاد "بائیو کون" (2025BIOCON) کے سلسلے میں کیا گیا، یاد رہے کہ یہ ایس او ایم سی بی کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس ہے جو رواں مہینے کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔سوسائٹی آف میڈیکل اینڈ کلینیکل بایوکیمسٹری (SOMCB) سندھ چیپٹر کے زیرِ اہتمام ڈاؤ انٹرنیشنل میڈیکل کالج، ڈاؤ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز (DUHS) کراچی کے پروفیشنل ڈیولپمنٹ سینٹر میں "میڈیکل بایوکیمسٹری میں ابھرتے ہوئے رجحانات" کے موضوع پر ایک روزہ پری کانفرنس ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ورکشاپ میں سندھ بھر کے معروف اساتذہ، محققین اور پوسٹ گریجویٹ طلبہ سمیت تقریباً 100 ماہرین نے شرکت کی شرکا کا تعلق ،ڈاؤ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز، جناح سندھ میڈیکل یونیورسٹی، لیاقت کالج آف میڈیسن اینڈ ڈینٹسٹری، کراچی میٹروپولیٹن یونیورسٹی، پیپلز یونیورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنسز فار ویمن، بحریہ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز، بقائی میڈیکل یونیورسٹی، فضائیہ رُتھ فاؤ میڈیکل کالج، سلیمان روشن میڈیکل کالج، جناح میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج، اور شہید محترمہ بینظیر بھٹو میڈیکل یونیورسٹی سے تھا۔ پری ورکشاپ کانفرنس کی مہمانِ خصوصی ڈاؤ یونیورسٹی کی پرو وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر جہاں آرا حسن نے کہا کہ اس نوعیت کی ورکشاپس تعلیمی نیٹ ورکس کو مضبوط کرتی ہیں اور نئی نسل کے محققین کو سائنس اور مریضوں کی نگہداشت کے درمیان پل قائم کرنے کی تحریک دیتی ہیں، کانفرنس کی میزبان پروفیسر ڈاکٹر زیبا حق نے خطبہ استقبالیہ میں کہا کہ میڈیکل بایوکیمسٹری جدید تشخیص اور علاج کی بنیاد ہے، یہ ورکشاپ پیشہ ور افراد کو جدید علم سے آراستہ کرنے اور بین الشعبہ جاتی تعاون کو فروغ دینے کی ایک مثبت پیش رفت ہے ورکشاپ کے سیشنز میں اس بات پر توجہ دی گئی کہ کس طرح نئی ٹیکنالوجیز میڈیکل بایوکیمسٹری کے میدان کو بدل رہی ہیں، پری کانفرنس ورکشاپ کے افتتاحی سیشن میں چیئرپرسن بایوکیمسٹری ڈاؤ میڈیکل کالج، پروفیسر ڈاکٹر دانش حسین اور ڈاکٹر محمد بلال عظمی نے "جینیاتی امراض کی تشخیص وعلاج میں بایوانفارمیٹکس کے کردار" پر لیکچر دیا، بقائی میڈیکل یونیورسٹی کی ڈاکٹر نازش وارث نے "میڈیکل اور کلینیکل بایوکیمسٹری میں تحقیق کے ضمن میں مصنوعی ذہانت کا اطلاق" کے عنوان سے پریزنٹیشن دی جس میں بتایا گیا کہ مصنوعی ذہانت طبّی تحقیق کو نئی سمت دے رہی ہے ان کا کہنا تھا کہ بایوانفارمیٹکس ،مصنوعی ذہانت اور نینوٹیکنالوجی جیسے ابھرتے ہوئے رجحانات مستقبل نہیں بلکہ حال کے تصورات ہیں جو پہلے ہی بیماریوں کی تشخیص اور علاج کے طریقوں کو بدل رہے ہیں۔

شہید محترمہ بینظیر بھٹو میڈیکل یونیورسٹی لاڑکانہ کے ڈاکٹر نزاکت حسین میمن نے "جدید لیبارٹری آلات اور ان کے عملی طریقہ کار کا جائزہ" پیش کیا، پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلو، بحریہ یونیورسٹی ڈاکٹر سعدیہ قمر نے "بایوکیمسٹری میں نینوٹیکنالوجی کی ایپلیکیشنز "پر گفتگو کی اور بتایا کہ نینوٹیکنالوجی تشخیص اور علاج دونوں میں تیزی سے استعمال ہو رہی ہے۔ورکشاپ کا اختتام جناح سندھ میڈیکل یونیورسٹی کی پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ امتیاز کے اظہارِ تشکر اور پروفیسر ڈاکٹر زیبا حق کے اختتامی کلمات پر ہوا، جنہوں نے میڈیکل بایوکیمسٹری میں جدت کے فروغ کے لیے اداروں کے درمیان مسلسل تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔یاد رہے کہ 2025BIOCON سوسائٹی آف میڈیکل اینڈ کلینیکل بایوکیمسٹری کے زیرِ اہتمام ایک نمایاں کانفرنس سیریز ہے جس کا انعقاد بایوکیمسٹری، کلینیکل ڈائگنوسٹکس، اور تحقیق میں ابھرتے ہوئے رجحانات پر بین الشعبہ مکالمہ کے فروغ کا باعث ہے

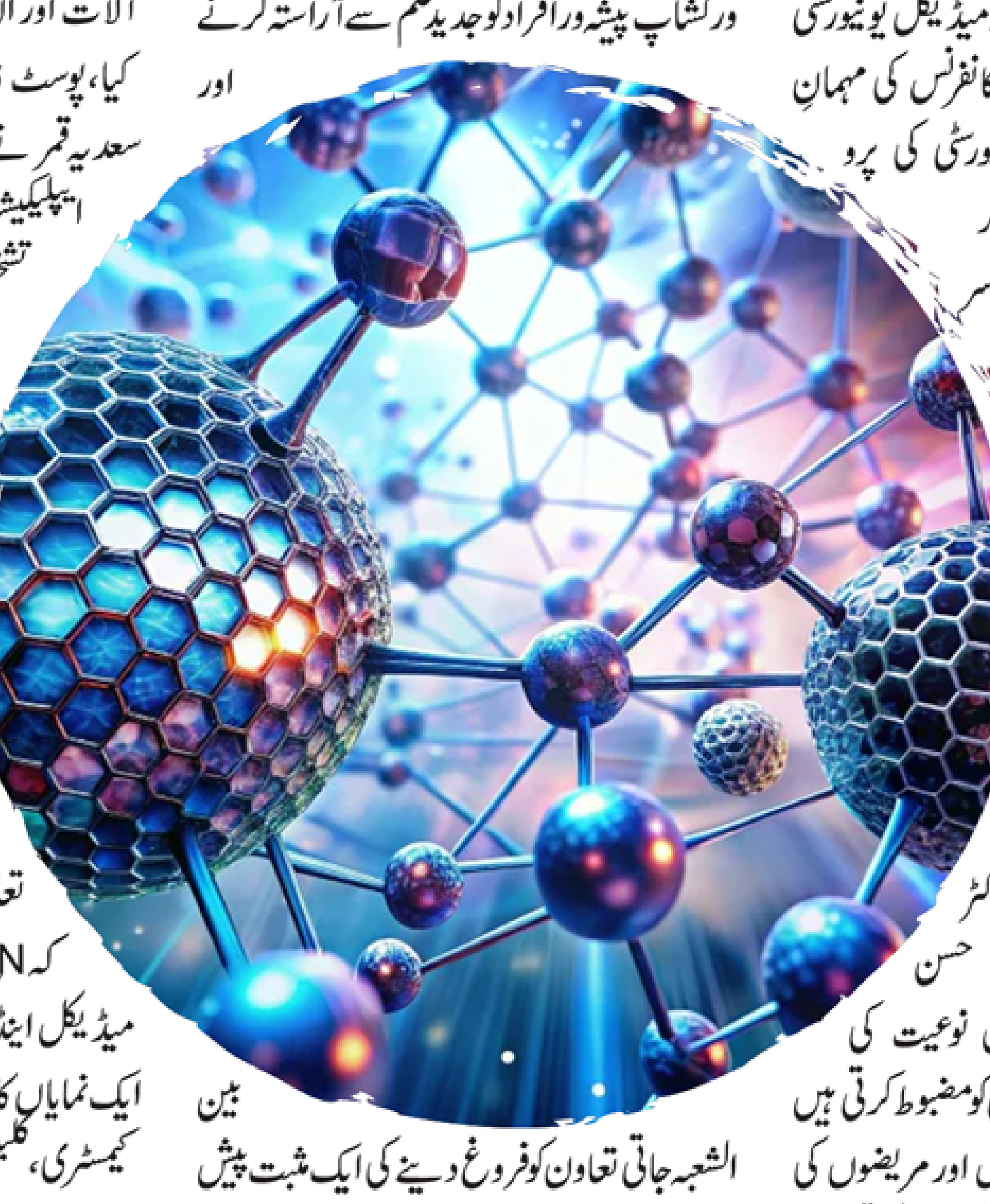

3 قدآور صحافیوں کی سالگرہ کراچی پریس کلب کی یادگار تقریب بن گئی

☆ خالد فرشوری کی بذلہ سنجی اور لطیفوں نے سب کو کیا محظوظ ☆ خالد آرائیں نے ایسا کیا دعویٰ کہ حاضرین ہو گئے حیران ☆ لالہ اسد کا جوابی دعویٰ تالیوں کی گونج اور ہاہا کار مچ گئی ☆ خورشید عباسی کی سنجیدہ باتوں نے سب کو سوچنے پر کر دیا مجبور ☆ شیخ راشد عالم نے ہر ماہ اس نوعیت کی تقریب کے انعقاد کی تجویز دی

کیا منظر تھا؟ ٹیرس کی چھت، کھلا آسماں، بقعہ نور، ہر سو روشن، خوش گوار ماحول، چچہاتے چہرے، حسن و آرائش کی بہار ایسے میں ملک کی 3 نامور شخصیات کی کیک کٹائی اور تنویر آفریدی کی سریلی آواز میں نغمہ سرائی، ایسا لگا سارا جہاں رقص میں ہے اور سب موج و مستی میں نہاں

آئیے اس یاد گار تقریب کی تفصیلات سے آگاہی حاصل کریں

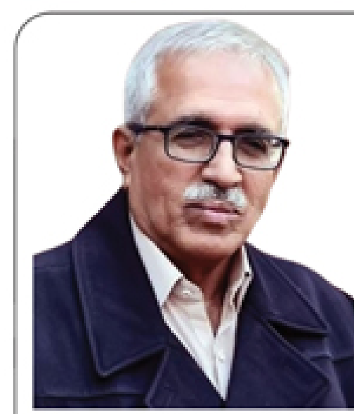

وقت کی صدا

آغا خالد

کراچی پریس کلب میں پی ایف یو جے کے مرکزی رہنماؤں لالہ اسد پٹھان اور خورشید عباسی کے اعزاز میں عشائیہ ترتیب دیا گیا جس کے میزبان کچھ مشترکہ دوست تھے کے پی سی کے نجیبی ٹیرس کی نو تعمیر شدہ چھت پر 15 اکتوبر 2025 کی شب منعقدہ یہ تقریب ایک یادگار اور عمدہ بیٹھک میں تبدیل ہو گئی تقریب کی صدارت کا اعزاز سماجی اور صحافتی میدان کی ہر دلعزیز شخصیت چیئرمین چینل 5 اور میٹرو ٹی وی اور کیبل آپریٹرز ایسوسی ایشن خالد آرائیں کے حصہ میں آیا، تقریب میں خالد آرائیں، خورشید عباسی اور جنگ کے سابق معروف کامرس رپورٹر رفیق بشیر کی سالگرہ کا کیک بھی کاٹا گیا یہ تقریب یکم اکتوبر کو ان تینوں محترم شخصیات کی سالگرہ کے دن منعقد ہونا تھی مگر کراچی کے ایک ممتاز صحافی اور ٹی وی میزبان کے اندوہناک قتل کی وجہ سے اسے منسوخ کر کے تاریخ آگے بڑھا دی گئی تھی تقریب کا آغاز ممتاز صحافی رہنما اور پریس کلب کی مقبول شخصیت امتیاز خان فاران نے کیا تعارفی کلمات کے بعد انہوں نے سینیئر صحافی علامہ عارف ہاشمی کو تلاوت کلام پاک کی دعوت دی بعد ازاں انہوں نے بتایا کہ تقریب میں بطور خاص گورنر سندھ کامران ٹیسوری، سندھ کے سینیئر وزیر شرجیل انعام میمن اور وزیر بلدیات سید ناصر حسین شاہ نے شرکت کرنا تھی مگر ملکی حالات کے پیش نظر اس وقت تینوں شخصیات اسلام آباد میں ہیں، انہوں نے بقیہ تقریب کی نظامت کے لیے ہم سب کے پیارے خالد فرشوری کو دعوت دی اور اسٹیج ان کے حوالہ کر دیا، انہوں نے معروف تاجر جنید کلیم کو دعوت دی کہ وہ اسٹیج پر آ کر خالد آرائیں کو گلدستہ پیش کریں جس کے بعد تو گل دستے پیش کرنے والوں کی لائن لگ گئی جبکہ ڈاکٹر سلوت نے خورشید عباسی کو ہمیشہ کی طرح ان کی سالگرہ کے حوالے سے تحائف پیش کیے جبکہ انہوں نے خالد آرائیں اور رفیق بشیر کو بھی تحفہ دیا اس موقع پر کے پی سی کے مقبول صحافی شمس کیریو نے رفیق بشیر کی مدد سے خورشید عباسی کے گلے میں اجرک اوڑھائی اور سالگرہ کی مبارکباد پیش کی، بعد ازاں فرشوری نے خصوصی مہمانان گرامی کو ترتیب اخطاب کی دعوت دی جس پر خالد آرائیں نے اپنی تقریر میں صحافی برادری کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے انہیں یہ اعزاز بخشا اور ان کی دیگر دوستوں کے ساتھ سالگرہ کا اہتمام کیا انہوں نے برسوں قبل سکھر پریس کلب کی جانب سے ان کے اعزاز میں منعقدہ تقریب سے ان کے خطاب کا حوالہ دیا اور کہا کہ اس تقریر سے ٹی وی مالکان ناراض ہو گئے اور برسوں یہ کشیدگی برقرار رہی کیونکہ انہوں نے صحافی رہنما اور سکھر پریس کلب کے روح رواں لالہ اسد کے توجہ دلانے پر یہ اعلان کیا تھا کہ کوئی بھی یو جے یا پی ایف یو جے لکھ کر نشان دہی کرے کہ فلاں چینل بروقت تنخواہیں ادا نہیں کر رہا تو ہم ان کی کیبل سروس بند کر دیں گے جس پر بڑا شور مچا اور اکثر چینل مالکان ہم سے ناراض ہو گئے مگر افسوس ہے کہ ایک صحافتی تنظیم نے لالہ اسد سے شکایت کے بہانے ہماری اس تقریب کا بائکاٹ کیا اور سننے میں آ رہا ہے کہ کئی روز سے تقریب کی مخالفت بھی کی جا رہی تھی اس موقع پر لالہ اسد پٹھان نے بھی اپنی تقریر میں خالد آرائیں کے دعوی کی تصدیق کی اور کہا کہ ان کا یہ انقلابی اعلان ایسا زوردار دھما کہ تھا کہ کئی چینلز کی انتظامیہ نے مہینوں سے روکی ہوئی اپنے عملہ کی تنخواہیں فورن ادا کر دیں تقریب سے پی ایف یو جے کے سابق سیکریٹری جنرل خورشید عباسی جرمنی سے آئے صحافی شمس الحق، امریکہ سے آئے ہوئے معروف پروگرام آرگنائزر ناصر شیخ نے بھی خطاب کیا جبکہ تقریب کے میزبانوں کی فہرست میں معتبر صحافی اور سماجی شخصیت شیخ راشد عالم نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے مہمانوں اور کراچی پریس کلب کی انتظامیہ کا بطور خاص شکریہ ادا کیا اور تقریب کے شاندار انعقاد پر میزبانوں کو خراج تحسین پیش کیا، تقریب میں معززین شہر اور مختلف طبقات کی اہم شخصیات سمیت مہمانوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی جن میں کراچی کلب کے جنرل سیکریٹری جاوید کریم (عرف راجہ بھائی) میٹرو ٹی وی کے ڈائریکٹر امیر علی چانڈیو، قومی اخبار گروپ کے سی ای او فہد شاکر، اسد شاکر الوفاء

Over 185K Followers on social media now shining in print too

ٹور اینڈ ٹریول کے سی ای او غیاث صدیقی (پپو بھائی) آبرار بختیار، شمس کیریو، لیاقت مغل، راشد لطیف، شہزاد چغتائی، کامران زہری، شجاعت قریشی، سہیل شبیر، سجاد بھٹی، نوید علی راجپوت، قریشی برادری کے صدر اعجاز قریشی، نور محمد جونیجو، زاہد آرائیں، احمد آرائیں، چاند نواب، آصف جیے جا، رانا ظاہر، ناصر، شعیب، سہیل رفیق، شاہ زماں، گڈو، خبریں گروپ کے رانا فیصل، ارباب چانڈیو، ثروت جبیں چانڈیو، عاصمہ اعوان، نوشابہ صدیقی، ڈاکٹر سلوت نے بطور خاص شرکت کی، تقریب میں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض ادا کرتے ہوئے کراچی کی صحافت کے نمایاں نام ذہین ہنس مکھ اور موقع محل کی مناسبت سے چٹکلے چھوڑنے اور جملوں کو شگوفوں میں بدلنے کے ہنرمند خالد فرشوری نے حاضرین محفل کو ہنسا ہنسا کر شاداں و فرحان کر دیا جبکہ تنویر آفریدی نے کیک کٹائی کے موقع پر ترنم سے سالگرہ کی مناسبت سے گیت گا کر حاضرین کو خوب محظوظ کیا اختتام تقریب بریانی اور زردہ سے مہمانوں کی تواضع کی گئی جبکہ تقریب کے انعقاد میں شیخ راشد عالم، امتیاز خان فاران، صابر مغل، اسد شاکر، فہد شاکر، راؤ عمران اشفاق، سجاد بھٹی، کامران زہری، وجاہت علی عابدی اور آغا خالد نے اہم کردار ادا کیا۔

اُردو ادبیات ولسانیات کے مطالعہ اور فروغ میں کتب خانوں کا کردار

سوسائٹی فار دی پروموشن آف ریڈنگ اینڈ امپروومنٹ آف لائبریریز (اسپرل) کے زیر اہتمام اور انجمن ترقی اردو کے اشتراک سے سیمینار

کنزیومر واچ رپورٹ

سوسائٹی فار دی پروموشن آف ریڈنگ اینڈ امپروومنٹ آف لائبریریز (اسپرل) کے زیر اہتمام اور انجمن ترقی اردو پاکستان کے اشتراک سے ایک روزہ سیمینار منعقد ہوا، جس کا موضوع، ''اردو ادبیات ولسانیات کے مطالعہ اور فروغ میں کتب خانوں کا کردار'' تھا۔

سیمینار کے مہمان خصوصی ریٹائرڈ بریگیڈیئر کرار حسین عابدی تھے، جبکہ صدارت کے فرائض واجد جواد (صدر، انجمن ترقی اردو) نے انجام دیے۔

شرکاء گفتگو میں علم و ادب کی نامور شخصیات شامل تھیں، جنہوں نے اپنی فکر انگیز اور بصیرت افروز گفتگو سے سامعین کو محظوظ کیا۔ مقررین میں جاوید صباء، سید عابد رضوی، ڈاکٹر یاسمین فاروقی، ڈاکٹر رفعت پروین صدیقی، محمود خان، پروفیسر شاداب احسانی اور بریگیڈیئر (ر) کرار حسین عابدی شامل تھے۔

سیمینار میں شہر قائد کے معروف اداروں کے لائبریریز، اساتذہ، محققین اور علمی و ادبی شخصیات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

اسپرل کے صدر اکرام الحق نے ریاض (سعودی عرب) سے اپنا ویڈیو پیغام ارسال کیا، جس میں انہوں نے تمام مہمانوں اور شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

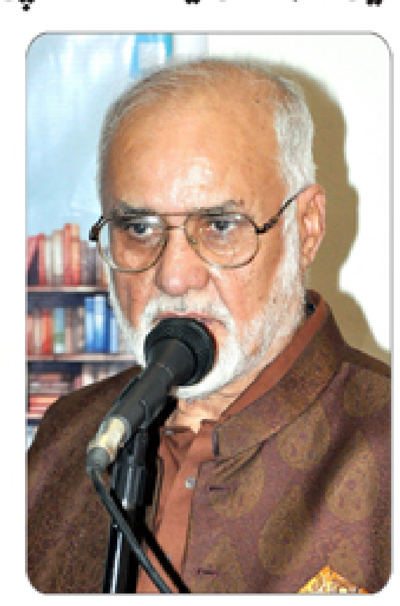

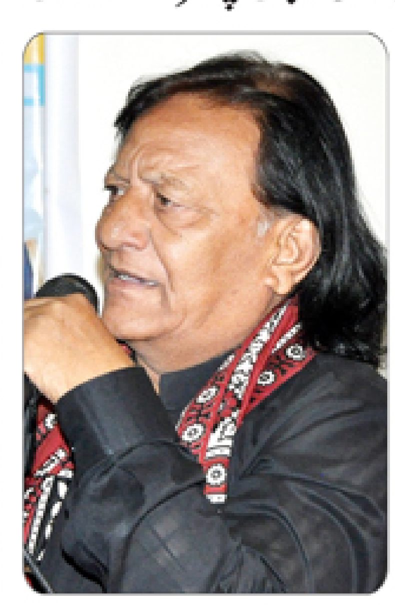

پروگرام کے کامیاب انعقاد میں ندیم ظفر، صمیم کاردار، جواہر علیم، اکرام الحق اور ربیعہ علی فریدی نے کلیدی کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون (لائبریری پروموشن بیورو) نے شرکاء کو بیورو کی مطبوعات بطور تحفہ پیش کیں۔

استقبالیہ کلمات صمیم کاردار نے پیش کیے، اختتامی کلمات جواہر علیم نے ادا کیے، جبکہ نظامت کے فرائض ربیعہ علی فریدی نے بخوبی انجام دیئے۔

پروگرام کا بنیادی مقصد موجودہ دور میں اردو زبان کی اہمیت اور ادب کی بقاء میں کتب خانوں کے کردار کو اُجاگر کرنا تھا۔

شرکاء نے اسپرل کی اس کاوش کو سراہا اور آئندہ بھی ایسے علمی و ادبی پروگرام منعقد کرنے کی تجویز دی۔

ڈاکٹر یاسمین فاروقی نے کتاب کی اہمیت، کتب خانوں کی افادیت اور علم کے اس تحفے پر روشنی ڈالی جو بحیثیت مسلمان ہمیں عطا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کتب خانے آج بھی فعال کردار ادا کر رہے ہیں، جبکہ ترقی یافتہ ممالک اپنی قومی زبان پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اردو بولنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے اردو کے زوال کے اسباب پر بات کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے علمی کتب خانے تباہ کئے گئے تاکہ انہیں علمی و ادبی لحاظ سے محروم کیا جا سکے۔ کتب خانے صدیوں کے علمی ورثے کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہیں۔ انہوں نے اسپرل کے منتظمین کی کاوشوں کو سراہا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

محمود خان، جو شہر قائد کے ایک سرگرم سماجی کارکن، منتظم ساکنان شہر قائد اور علم و ادب کے شیدائی ہیں، نے اسپرل کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے نوجوانوں میں تعلیم اور مطالعے کے فروغ پر زور دیا، اور اسپرل کے ساتھ تعاون جاری رکھنے کی ترغیب دی۔

پروفیسر شاداب احسانی (سابق صدر، شعبہ اردو جامعہ کراچی) نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ اردو زبان کا وجود کس طرح عمل میں آیا۔ انہوں نے کہا کہ جب اردو تعلیمی نصاب کی زبان تھی تو انگریزوں نے سیاسی مقاصد کے تحت اسے نصاب سے نکال دیا اور ذہنی غلامی کو فروغ دیا۔ ان کے مطابق جب تک ہم اپنا تعلیمی نظام قومی زبان میں نہیں لائیں گے، ترقی ممکن نہیں۔ انہوں نے اردو سے دوری کو زوال کی بڑی وجہ قرار دیا۔

مشہور شاعر و صداکار جاوید صبا نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کتب خانوں کو جدیدیت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ انہوں نے مطالعے کے ماحول کی اہمیت پر خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی اور کہا کہ ٹیکنالوجی سہولت کے ساتھ ساتھ ذہنی صلاحیتوں کو بھی محدود کر رہی ہے، مگر سیکھنے کا عمل کبھی رُکنا نہیں چاہیے۔

ڈاکٹر رفعت پروین صدیقی (صدر، شعبہ لائبریری و انفارمیشن سائنس، جامعہ کراچی) نے اپنی گفتگو میں زبانوں کی ارتقاء، قومی زبان کی اہمیت، اور دیگر زبانوں کے باہمی تعلق پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ آج انسان سوچتا ایک زبان میں ہے، لکھتا دوسری زبان میں اور چھپتا کسی تیسری زبان میں ہے، جس سے مفہوم بگڑ جاتا ہے۔ انہوں نے اسپرل کی کاوش کو سراہتے ہوئے کہا کہ اتنے اہم موضوع پر اتنے اعلی مقررین کو مدعو کرنا قابل تحسین عمل ہے۔

سید عابد رضوی (مشیر مالیات، انجمن ترقی اردو) نے کتب خانوں کی اہمیت اور زبان کے زوال پر مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے انجمن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اگر کوئی نیا کتب خانہ قائم کرنا چاہے تو انجمن ترقی اردو پاکستان بلا معاوضہ کتابوں کی فراہمی میں تعاون کرے گا۔

آخر میں مہمان خصوصی، کالم نگار، مصنف اور دفاعی تجزیہ نگار، بریگیڈیئر (ر) کرار حسین عابدی نے کہا کہ اردو کی افادیت کو دانستہ کم کیا جا رہا ہے تاکہ قوم علمی زوال کا شکار ہو، انہوں نے کہا، ''کتاب اور اردو زبان زندہ ہے، زندہ تھی اور زندہ رہے گی۔'' انہوں نے اسپرل کی علمی و ادبی کاوشوں کو سراہا اور اتنے خوبصورت پروگرام میں مدعو کیے جانے پر شکریہ ادا کیا۔

اس سیمینار کا نتیجہ یہ نکلا کہ شرکائے محفل نے اردو زبان و ادب کے فروغ میں کتب خانوں کے کردار کو نہایت اہم قرار دیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ موجودہ دور میں لائبریریز صرف علم کے ذخیرے نہیں بلکہ فکری و ثقافتی تربیت کے مراکز ہیں۔ مقررین کی گفتگو سے یہ پیغام ابھرا کہ اگر قوم کو علمی زوال سے بچانا ہے تو قومی زبان اور کتب بینی کی عادت کو فروغ دینا ضروری ہے۔ سیمینار نے اس امر کو اجاگر کیا کہ کتب خانے نہ صرف ماضی کے علمی ورثے کو محفوظ رکھتے ہیں بلکہ نئی نسل کو مطالعے، تحقیق اور زبان کی خدمت کے لیے بھی تیار کرتے ہیں۔ شرکاء نے اسپرل کی اس علمی کاوش کو سراہتے ہوئے اس نوع کے پروگراموں کے تسلسل کی خواہش ظاہر کی۔

سیمینار کے اختتام پر مہمان خصوصی، صدر اور تمام مقررین کو ٹیم اسپرل کی جانب سے سند سپاس اور پھولوں کے گلدستے پیش کئے گئے۔ پروگرام کا اختتام ایک پر تکلف چائے کے ساتھ ہوا۔

ای بائیکس اسکیم
پاکستان میں انقلاب کی سمت پہلا قدم

کنزیومرواچ رپورٹ

وزارتِ صنعت و پیداوار نے ای بائیکس اسکیم کے تحت قرعہ اندازی کے پہلے مرحلے کا کامیاب انعقاد کر لیا ہے، جس سے پاکستان میں ماحول دوست اور جدید ٹرانسپورٹ کے نئے دور کا آغاز قرار دیا جا رہا ہے۔ ترجمان کے مطابق صرف ای بائیکس رکشہ اسکیم کے لیے ہی ملک بھر سے 2 لاکھ 69 ہزار سے زائد درخواستیں موصول ہوئیں، جن میں سے شفاف ڈیجیٹل ای بلیٹنگ کے ذریعے 41 ہزار درخواست گزاروں کو کامیاب قرار دیا گیا۔ یہ تعداد پاکستان میں بجلی سے چلنے والی گاڑیوں میں عوامی دلچسپی اور بڑھتی ہوئی آگاہی کی عکاسی کرتی ہے۔

حکومت کی سبسڈی اور مالی سہولتیں

حکام کے مطابق 2030 تک پاکستان میں فروخت ہونے والی 30 فیصد نئی گاڑیاں الیکٹرک ہوں گی۔ اس ہدف کے حصول کے لیے حکومت نے عوام کو براہِ راست سبسڈی دینے کا فیصلہ کیا ہے، خاص طور پر کم آمدنی والے شہریوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ موٹر سائیکل خریدنے کے خواہشمند شہریوں کو 50 ہزار روپے بینک سے قرض کی سہولت دی جائے گی جبکہ خریدار کو اپنی جیب سے 80 ہزار روپے دینا ہوں گے۔ الیکٹرک رکشوں پر حکومت 2 لاکھ روپے سبسڈی دے رہی ہے، جبکہ خریدار کو 4 لاکھ روپے اپنی طرف سے ادا کرنا ہوں گے۔

وزارت صنعت و پیداوار کے مطابق یہ پورا نظام شفاف ڈیجیٹل سسٹم کے تحت چلایا جا رہا ہے تاکہ کسی بھی بدعنوانی یا اقرباپروری کی گنجائش باقی نہ رہے۔ صرف جون تک حکومت ای بائیکس منصوبے پر 9 ارب روپے کی سبسڈی فراہم کرے گی۔ یہ خطیر سرمایہ کاری اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ حکومت پاکستان اس اسکیم کو محض وقتی اقدام نہیں بلکہ طویل مدتی پالیسی کا حصہ سمجھتی ہے۔

دنیا بھر میں الیکٹرک گاڑیوں کی مقبولیت

پاکستان کا یہ قدم دنیا میں جاری اس بڑے رجحان کا حصہ ہے جہاں روایتی پیٹرول اور ڈیزل پر چلنے والی گاڑیوں کی جگہ تیزی سے الیکٹرک گاڑیاں لے رہی ہیں۔ عالمی سطح پر کئی ممالک نے 2030 یا 2035 تک پٹرول اور ڈیزل گاڑیوں کی پیداوار ختم کرنے کے ہدف مقرر کر رکھے ہیں۔ چین: دنیا میں سب سے بڑی EV مارکیٹ ہے جہاں 2024 تک فروخت ہونے والی نئی گاڑیوں میں سے تقریباً 35 فیصد الیکٹرک ہوں گی۔ بیجنگ حکومت نے سبسڈی، ٹیکس مراعات اور چارجنگ اسٹیشنز کے بڑے نیٹ ورک کے ذریعے الیکٹرک گاڑیوں کو عام آدمی کی پہنچ میں لایا ہے۔

یورپ: ناروے

اس حوالے سے سب سے نمایاں مثال ہے، جہاں فروخت ہونے والی 80 فیصد نئی گاڑیاں الیکٹرک ہیں۔ جرمنی، فرانس اور برطانیہ بھی 2030 تک فوسل فیول گاڑیوں کی فروخت بند کرنے کا اعلان کر چکے ہیں۔

امریکہ: بائیڈن انتظامیہ نے الیکٹرک گاڑیوں کے فروغ کے لیے 7.5 ارب ڈالر صرف چارجنگ انفراسٹرکچر پر مختص کیے ہیں۔ ٹیسلا، فورڈ اور جنرل موٹرز جیسی کمپنیاں پہلے ہی اپنی پیداوار کو EVs کی طرف منتقل کر رہی ہیں۔

بھارت: پاکستان کا ہمسایہ ملک بھارت بھی 2030 تک اپنی 30 فیصد نئی گاڑیاں الیکٹرک کرنے کا ہدف رکھتا ہے۔ نئی دہلی حکومت نے دو پہیہ اور تین پہیہ گاڑیوں کے لیے خصوصی رعایتیں متعارف کرائی ہیں تاکہ عوام کم لاگت پر EVs خرید سکیں۔ یہ رجحان ظاہر کرتا ہے کہ دنیا بھر میں الیکٹرک گاڑیاں مستقبل کی ٹرانسپورٹ سمجھی جا رہی ہیں، جس کے نتیجے میں آلودگی کم ہوگی، ایندھن پر انحصار گھٹے گا اور شہروں میں شور کی آلودگی بھی کم ہوگی۔

پاکستان کے لیے امکانات اور چیلنجز

پاکستان میں ای بائیکس اور الیکٹرک رکشہ اسکیم نہ صرف ماحول دوست ہے بلکہ معاشی پہلو سے بھی اہمیت رکھتی ہے۔ تیل کے درآمدی بل میں کمی: پاکستان ہر سال اربوں ڈالر پٹرولیم مصنوعات پر خرچ کرتا ہے۔ اگر 30 فیصد نئی گاڑیاں الیکٹرک ہو گئیں تو تیل کی درآمدات میں نمایاں کمی آئے گی اور زرمبادلہ کے ذخائر کو سہارا ملے گا۔ روزگار کے مواقع: الیکٹرک گاڑیوں کی مقامی مینوفیکچرنگ اور اسمبلنگ سے انجینئرز، مکینکس اور دیگر شعبوں میں لاکھوں نوکریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ماحول دوست پاکستان: بڑے شہروں جیسے کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں فضائی آلودگی سنگین مسئلہ ہے۔ EVs کے بڑھتے استعمال سے کاربن کے اخراج میں خاطر خواہ کمی ہوگی۔

البتہ اس سمت میں چند بڑے چیلنجز بھی درپیش ہیں: چارجنگ انفراسٹرکچر کی کمی – ملک میں ابھی تک چارجنگ اسٹیشنز کا بڑا نیٹ ورک موجود نہیں ہے۔

بجلی کی لوڈشیڈنگ – پاکستان میں توانائی کا بحران موجود ہے، جسے حل کیے بغیر EVs کی بڑی تعداد چلانا مشکل ہوگا۔

لاگت – اگرچہ سبسڈی دی جا رہی ہے، مگر پھر بھی عام شہری کے لیے ابتدائی لاگت ایک بوجھ بن سکتی ہے۔

پاکستان کی ای بائیکس اسکیم اس حقیقت کی عکاسی کرتی ہے کہ ملک سبز توانائی اور پائیدار ٹرانسپورٹ کی طرف بڑھنے کے لیے عملی اقدامات کر رہا ہے۔ دنیا بھر میں الیکٹرک گاڑیوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ مستقبل انہی گاڑیوں کا ہے۔ اگر حکومت پاکستان چارجنگ انفراسٹرکچر کی تعمیر، بجلی کی پیداواری استعداد میں اضافہ اور سبسڈی کے نظام کو شفاف رکھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو آنے والے برسوں میں یہ اسکیم نہ صرف عوام کو سستی اور ماحول دوست سواری فراہم کرے گی بلکہ ملکی معیشت پر بھی مثبت اثر ڈالے گی۔

پاکستان کے شہریوں کے لیے یہ موقع ہے کہ وہ دنیا کے ساتھ قدم ملا کر ایک ایسے مستقبل کی طرف بڑھیں جو صاف، پائیدار اور جدید ہو۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

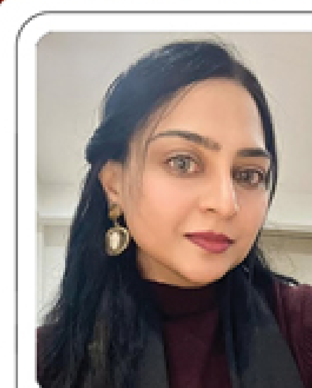

نئے جہاں کی تلاش
ارم زہرا (وینزو، چین)

چین کا مصنوعی سورج

بیجنگ کی ایک سرد مگر سنہری صبح تھی۔ آسمان پر سورج اپنے معمول کے مطابق چمک رہا تھا، مگر آج میں اُس سورج کو دیکھنے جا رہی تھی جو انسان نے خود بنایا ہے۔ چین کا مصنوعی سورج۔

ریل کی کھڑکی سے باہر دھند میں لپٹے دیہات گزرتے جا رہے تھے۔ چینی روزنامہ پیپلز ڈیلی کا ایک صفحہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اُس پر لکھا تھا:

"EAST Fusion Reactor انسان کا بنایا سورج، 70 ملین ڈگری سینٹی گریڈ کی گرمی کے ساتھ۔"

میں نے سر اٹھایا، سوچا یہ کیسا زمانہ ہے جب انسان سورج کو آسمان سے زمین پر اتارنے کے خواب سچ کر رہا ہے۔

یہ منصوبہ 2006 میں چین کے شہر ہیفی (Hefei) میں انسٹی ٹیوٹ آف پلازما فزکس، چائینیز اکیڈمی آف سائنسز (ASIPP) نے شروع کیا تھا۔ اس کا نام رکھا گیا:

EAST–Experimental Advanced Superconducting Tokamak۔

خیال دراصل 1950 کی دہائی میں روسی سائنسدانوں نے پیش کیا تھا کہ اگر سورج کی طرح ہائیڈروجن ایٹموں کو فیوژن میں لایا جائے، تو لامحدود توانائی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر چین نے اس خیال کو حقیقت کی شکل دی، اور دہائیوں کی تحقیق کے بعد 2021 میں اُس نے وہ کارنامہ انجام دیا جب EAST نے 70 ملین ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کو ۱۷ منٹ تک برقرار رکھا ایک ایسا لمحہ جس نے دنیا بھر کے سائنسدانوں کو چونکا دیا۔

جب ہم ری ایکٹر کے کمپلیکس پہنچے تو فضا میں ایک انجانی سنجیدگی تھی

سیکیورٹی چیک سے گزر کر اندر داخل ہوئی تو سفید دیواروں، مشینوں کی سرگوشیوں اور تیز روشنیوں نے ایک الگ دنیا کا منظر بنا رکھا تھا۔ میرے ساتھ ایک چینی انجینئر، لیو ژیاؤ تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب فخر جھلک رہا تھا۔ اُس نے کہا "یہ ہمارا سورج ہے، مگر یہ زمین کو جلانا نہیں، روشن کرے گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "کیا انسان واقعی روشنی کو قابو کر سکتا ہے؟"

وہ ہنس پڑی، "روشنی کو نہیں، مگر امید کو ہم ضرور تھام سکتے ہیں۔"

جب میں نے اُس عظیم گول چیمبر کو دیکھا جہاں پلازما کی نیلی لہر گردش کر رہی تھی، تو یوں لگا جیسے زمین کے سینے میں ایک نیا سورج دھڑک رہا ہو۔ اندر کوئی آگ نظر نہیں آ رہی تھی، مگر فضا میں اس کی تپش محسوس ہوتی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ یہ آگ انسان نے نہیں، خوابوں نے جلائی ہے

واپسی پر ریل کے پہیے شور کر رہے تھے مگر میرے اندر ایک خاموش دعا جنم لے رہی تھی کہ یہ مصنوعی سورج انسان کے لیے روشنی کا پیغام بنے، غرور کا نہیں کہ یہ آگ، زمین کو جلائے نہیں، بلکہ امید کی صبح کو روشن کرے۔

یہ چین کی زمین تھی، مگر اُس دن مجھے لگا جیسے سورج، سائنس اور دعا تینوں ایک ہی زبان بول رہے ہیں۔

ہیفی سے واپسی کے چند روز بعد میں نے اپنا اگلا سفر شروع کیا۔ اس بار روشنی کی نہیں، ذہانت کی دنیا میں میرا رخ تھا چین کے جنوبی شہر شینژن کی جانب، جسے دنیا "سمارٹ سٹی" کہتی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں انسان اور مشین کے درمیان فاصلہ محض ایک لمس جتنا رہ گیا ہے۔

ریل سے اترتے ہی پہلا تاثر حیرت کا تھا۔ اسٹیشن کے دروازے پر کوئی سیکیورٹی گارڈ نہیں کھڑا تھا، بس کیمرے تھے، جو چپ چاپ ہر چہرے کو پہچان رہے تھے۔ فیس ریکگنیشن کی یہ دنیا بظاہر خاموش تھی مگر ہر حرکت ریکارڈ ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا "یہ شہر انسانوں سے زیادہ ڈیٹا کو جانتا ہے۔"

شینژن کی سڑکیں بالکل سیدھی، صاف اور حیران کن طور پر بے شور تھیں۔ ٹریفک لائٹس خودکار تھیں۔ گاڑیاں ایک دوسرے سے ایسے ہم آہنگ چلتی تھیں جیسے کسی نازک راگ کی دھن۔ ہر بس برقی تھی، ہر موٹر سائیکل خاموش۔ فضا میں کوئی دھواں نہیں، صرف نمی اور ٹیکنالوجی کی خوشبو۔

میرے ساتھ ایک چینی طالب علم، ژاؤ مینگ، تھا جسے میں نے یونیورسٹی میں جانا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا

"یہاں انسان نہیں رکشے ہارن بجاتے ہیں، بلکہ سینسر بات کرتے ہیں۔"

میں نے ہنس کر کہا: "یعنی شور کم، نظم و ضبط زیادہ۔

اس نے جواب دیا ہاں، یہی ہے سمارٹ سٹی کی پہچان جہاں ٹریفک، لائٹس، بجلی، اور حتیٰ کہ کوڑے دان بھی AI سے چلتے ہیں۔

ہم ایک کیفے میں داخل ہوئے۔ آرڈر دینے کے لیے کوئی ویٹر نہیں تھا ایک روبوٹ میز کے پاس آیا، سر جھکا کر بولا "نی ہاؤ، آپ کی کافی تیار ہے۔" میں نے کپ لیا تو دل میں سوچا یہ بھی اک عہد ہے، جہاں مسکراہٹیں کوڈ بن گئی ہیں۔"

اگلے دن میں ہانگزو گئی وہ شہر جہاں چین کی سب سے بڑی ٹیکنالوجی کمپنی، علی بابا، نے "City Brain" کے نام سے پورے شہر کا نظام خودکار کر دیا ہے۔ وہاں کی سڑکیں کیمروں سے بھری ہیں، جو ٹریفک کا تجزیہ کرتے ہیں، حادثے سے پہلے خطرے کا سگنل دیتے ہیں، اور ایمبولینس کو ترجیحی راستہ فراہم کرتے ہیں۔ میں نے ایک چوراہے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ جب ٹریفک بڑھا، تو سگنل خود بخود بدلا، فاصلہ ناپا، اور بہاؤ بہتر کر دیا۔ کوئی سپاہی، کوئی حکم نہیں سب کچھ نظام کے ہاتھوں میں۔

ایک بزرگ خاتون مجھ سے بولیں، "پہلے ہمیں لائٹ کے انتظار میں جھنجھلاہٹ ہوتی تھی، اب شہر خود سوچتا ہے۔"

میں نے دل میں سوچا واقعی، یہاں شہر انسانوں کے لیے نہیں، انسان شہر کے لیے سانس لیتے ہیں۔

رات کو ہوٹل کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو عمارتوں کی روشنیوں میں ایک نظم تھی، جیسے ہر بلب، ہر اسکرین کسی مرکزی دماغ کے اشارے پر جھلمل کر رہا ہو۔ مگر اسی منظر کے پیچھے ایک ہلکی سی خلش بھی تھی کیا اتنی خودکاری میں انسان کی آزادی باقی رہ جائے گی؟

شینژن اور ہانگزو واقعی مستقبل کے شہر ہیں ایسے شہر جہاں صفائی، رفتار اور نظم ایک نیا تمدن تشکیل دے رہے ہیں۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں ایک سوال ٹھہر گیا۔ کیا اسمارٹ سٹیز کے یہ چمکتے بلب، انسان کے احساس کی جگہ لے سکیں گے؟

سائنس نے روشنی اور ذہانت دونوں بنا لی ہیں مگر شاید محبت اور خلوص اب بھی دستی طور پر ہی بنتے ہیں۔

شینژن کے اسمارٹ راستوں، خودکار سگنلز اور خاموش برقی گاڑیوں سے گزرتی میں اب ایک نئے سفر پر تھی۔ اس بار آسمان کی طرف۔ چین کے ایک اور شہر چانگشا (Changsha) میں، جہاں زمین اور بادلوں کے درمیان فاصلہ محض چند دنوں میں کم کر دیا گیا تھا۔

ٹرین کی کھڑکی سے گزرتا منظر دیکھتے ہوئے میں سوچتی رہی کچھ سال پہلے تک بلڈنگ بنانا مہینوں کا کام ہوتا تھا۔ مگر اب خبریں کہتی ہیں کہ یہاں ایک کمپنی نے صرف ۱۰ دن میں ۵۷ منزلہ عمارت تعمیر کر دی۔ میں نے یہ جملہ کئی بار پڑھا، پھر خود سے کہا "یہ محض عمارت نہیں، رفتار کی نئی تعریف ہے۔"

چانگشا پہنچتے ہی میں نے دیکھا۔ وہ عمارت، جسے مقامی لوگ "اسکائی سٹی" کہتے ہیں، بادلوں میں اٹھی کھڑی تھی۔ نیچے لوگ چھوٹے دکھائی دیتے تھے، جیسے وقت کے بہاؤ کے آگے جھک گئے ہوں۔ میں نے گردن اٹھا کر اوپر دیکھا تو یوں لگا جیسے عمارت نہیں، خواب کھڑا ہو۔

میری ملاقات براڈ گروپ (Broad Group) کے ایک انجینئر، وانگ ژی چیانگ، سے ہوئی۔ اس نے فخر سے بتایا ہم نے پری فیب ٹیکنالوجی (Prefabrication) سے یہ ممکن بنایا۔

ہر منزل پہلے فیکٹری میں تیار کی جاتی ہے، پھر یہاں آ کر جوڑ دی جاتی ہے جیسے کوئی عمارت نہیں، بلکہ مشین اسمبل ہو رہی ہو۔"

میں حیرت میں ڈوبی سن رہی تھی۔ اس نے مزید کہا۔ ہم روزانہ پانچ منزلیں کھڑی کر لیتے تھے۔ اور یہ سب مکمل اسٹیل کے ڈھانچے سے ہے، زلزلہ برداشت، توانائی بچانے والا، اور ماحول دوست۔" میں نے سوچا یہ قوم وقت کو پیچھے چھوڑنے نکلی ہے۔ جہاں باقی دنیا "کل" کے خواب دیکھتی ہے، وہاں چین "اگلے ہفتے" حقیقت بنا دیتا ہے۔

عمارت کے اندر داخل ہوئی تو فرش سے چھت تک شفاف شیشے، ہوا کے بہاؤ کے لیے خاص راستے، اور توانائی بچانے والے خودکار دروازے۔ سب کچھ اتنا ترتیب سے جڑا ہوا جیسے کسی ذہین آرٹسٹ نے آسمان کو چھونے کے لیے برش چلایا ہو۔

چھت پر جا کر جب میں نے شہر کا منظر دیکھا، تو نیچے پورا چانگشا ایک معماری نظم کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ کرینیں حرکت میں تھیں، مزدوروں کے چہروں پر مسکراہٹ، اور ہر طرف "کل کی امید" کی خوشبو۔

میں نے دل میں سوچا کہ

"یہ ہاتھ مٹی سے کیا کچھ بنا لیتے ہیں، مگر کبھی کبھی دل مٹی سے پیچھے رہ جاتا ہے۔"

میرے ساتھ ایک نوجوان چینی لڑکی، لی نینگ، کھڑی تھی۔ اس نے کہا

"ہم چاہتے ہیں کہ ہر انسان کو گھر ملے، جلدی، محفوظ اور صاف۔ یہ ٹیکنالوجی وقت بچاتی ہے، مگر ہم کوشش کرتے ہیں کہ احساس باقی رہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "تمہارے شہر آسمان چھو رہے ہیں، بس دل زمین پر رہنے دو۔"

واپسی پر میں سوچتی رہی مصنوعی سورج سے لے کر اسمارٹ شہروں اور اب فلک بوس عمارتوں تک، چین نے ہر سمت میں یہ ثابت کیا ہے کہ جب قوم خواب دیکھے اور محنت جاگے تو دنوں میں صدیوں کا سفر طے ہو جاتا ہے۔

ریل کی کھڑکی سے باہر شام اتر رہی تھی۔ بادلوں کے پیچھے ڈوبتا سورج اور سامنے آسمان کو چھوتی

Over 185K Followers on social media now shining in print too

عمارت دونوں ایک ہی کہانی سنا رہے تھے کہ انسان کا سفر رکنے والا نہیں،

اور شاید اگلی منزل، زمین سے نہیں، بادلوں سے اوپر ہوگی۔

چانگشا کی فلک بوس عمارتوں سے نکل کر جب میں نے اپنا اگلا سفر شروع کیا، تو اس بار منزل زمین کے قریب تھی مگر معنی میں آسمان سے بلند۔ میں جا رہی تھی شمالی چین، جہاں ریت کے سمندر کے کنارے ایک سبز دیوار اگ رہی ہے ''گرین گریٹ وال''۔ یہ وہ دیوار نہیں جو پتھروں سے بنی ہو، بلکہ زندہ شاخوں اور پتیوں سے تراشی گئی ہے۔

ریل کی کھڑکی کے پار، جوں جوں ہم بیابان علاقے کی طرف بڑھتے گئے، منظر بدلتا گیا۔ کبھی سنہری ریت، کبھی مٹی کے ٹیلے، اور پھر اچانک کہیں سے سبز پودوں کی قطاریں اُبھرتی دکھائی دیتیں۔ میرے دل میں ایک عجیب سا سکون اتر رہا تھا— جیسے یہ سبزہ، زمین کے زخموں پر مرہم رکھ رہا ہو۔

یہ منصوبہ 1978 میں شروع ہوا، جب چین کو احساس ہوا کہ شمال سے بڑھتا ہوا گوبی ریگستان اس کی زمینوں کو نگل رہا ہے۔ تب حکومت نے عزم کیا کہ وہ ایک ایسی سبز دیوار بنائے گی جو ریت کو روکے گی اور آنے والی نسلوں کو سانس لینے کے لیے صاف ہوا دے گی۔ تب سے آج تک اربوں درخت لگائے جا چکے ہیں۔ اس عظیم ماحولیاتی منصوبے کو اب دنیا ''گرین گریٹ وال آف چائنا'' کے نام سے جانتی ہے۔

میری ملاقات ایک ماحولیاتی انجینئر، ژاؤ لی فینگ، سے ہوئی جو گزشتہ دس برسوں سے اسی منصوبے پر کام کر رہی تھیں۔ وہ دھوپ میں جھلتی زمین پر درختوں کی قطار دکھاتے ہوئے بولیں

''یہ ہماری سب سے لمبی دیوار ہے مگر اس میں پتھر نہیں، امید جڑی ہے۔''

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا ''کیا یہ واقعی ریت کو روک لیتی ہے؟''

انہوں نے مٹی میں جھک کر ایک ننھے پودے کو سیدھا کیا اور کہا ''ہاں، آہستہ آہستہ۔ درخت دیوار نہیں بنتے، مگر سایہ بناتے ہیں اور وہ سایہ صدیوں کو بدل دیتا ہے۔''

ہوا میں ہلکی سی ریت اڑ رہی تھی، مگر اس کے درمیان وہ سبز قطاریں ایسے دکھائی دے رہی تھیں جیسے زمین نے خود کو ازسرِ نو لکھنا شروع کر دیا ہو۔ ہر طرف مشینیں اور مزدور تھے جو زمین میں نئے پودے گاڑ رہے تھے، کچھ مقامی دیہاتی اپنے بچوں کے ساتھ شاخیں لگا رہے تھے۔ وہ ہنستے، گاتے، مٹی میں ہاتھ بھرتے جیسے یہ محنت عبادت ہو۔

میں نے محسوس کیا، چین کی ترقی صرف لوہے اور شیشے کی عمارتوں میں نہیں، بلکہ ان جڑوں میں بھی ہے جو وہ مٹی میں گاڑ رہا ہے۔ یہی تو اصل تمدن ہے۔ جو درخت لگانے والے ہاتھوں میں سانس لیتا ہے۔

رات کو میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں قیام پذیر ہوئی۔ کھڑکی سے باہر چاندنی میں درختوں کی قطاریں چمک رہی تھیں۔

''یہ درخت، جیسے دعا کے ہاتھ ہوں جو زمین کے لیے اُٹھے اور آسمان کو چھو لیں۔''

?میں نے سوچا مصنوعی سورج، سمارٹ شہر، فلک بوس عمارتیں، سب اپنی جگہ، مگر اصل عظمت شاید وہی ہے جو زمین کو بچانے کے لیے جھکنے میں ہے۔

یہ گرین گریٹ وال صرف چین کی نہیں، پوری انسانیت کی دیوار ہے جو ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اگر انسان چاہے، تو وہ ریت کو بھی سبز کر سکتا ہے۔ ریل کی پٹریوں کے ساتھ ساتھ سبز لہریں دور تک پھیل رہی تھیں۔ میں نے دل میں دعا کی کہ یہ دیوار کبھی نہ ٹوٹے، اور انسان ہمیشہ زمین کے قریب رہے۔

شمالی چین کی سبز دیواروں سے واپسی پر، جب میں نے اپنا بیگ دوبارہ باندھا تو احساس ہوا کہ میرا یہ سفر اب زمین سے آسمان، ٹیکنالوجی سے فطرت، اور اب انسانوں کے درمیان تعلقات کی دنیا تک پہنچ گیا ہے۔

ریل اسٹیشن کے شور میں ایک نیا لفظ بار بار سنائی دے رہا تھا

Kویزہ

یہ وہ نیا دروازہ ہے جو چین نے دنیا کے لیے کھول دیا ہے، اور جس سے گزر کر نہ صرف علم بلکہ روزگار کی نئی راہیں سامنے آ رہی ہیں۔

چین، جو کبھی بند دروازوں کی سرزمین سمجھا جاتا تھا، اب اپنے دروازے کھول چکا ہے خاص طور پر اُن کے لیے جو سیکھنا، کام کرنا، یا خوابوں کو حقیقت میں بدلنا چاہتے ہیں۔

K

ویزہ پروگرام دراصل غیر ملکی ماہرین، طلبہ، محققین اور کاروباری افراد کے لیے ایک نیا نظام ہے۔

اس کے تحت اب پاکستانی طلبہ اور ماہرین کے لیے چین میں تعلیم اور ملازمت دونوں کو آسان بنایا جا رہا ہے۔

بیجنگ کی ایک یونیورسٹی میں منعقدہ سیمینار میں میں نے پہلی بار اس منصوبے کے بارے میں تفصیل سنی۔

ایک پروفیسر، ڈاکٹر ژاؤ ہاؤ لیانگ، سلائیڈ پر نمودار ہوتے اعداد و شمار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:

''ہم چاہتے ہیں کہ دنیا چین میں آ کر نہ صرف علم حاصل کرے بلکہ اپنے علم سے چین کو بھی سنوارے۔''

پھر وہ مسکرائے اور بولے:''

ویزہ اس خواب کی کنجی ہے۔''

ڈاکٹر ژاؤ ہاؤ لیانگ کے الفاظ نے جیسے میرے اندر ایک نیا اُجالا سا بھر دیا۔

یونیورسٹی کے ہال میں بیٹھے درجنوں طلبہ کے چہروں پر ایک ہی تجسس تھا کیا واقعی اب ہم چین میں رہ کر سیکھ بھی سکتے ہیں، اور کام بھی؟

پچھلے چار برسوں میں میں نے چین کو بدلتے دیکھا ہے۔

سڑکوں پر خودکار گاڑیاں،

لائبریریوں میں روبوٹک

لائبریرین، اور

چھوٹے شہروں

میں بھی

جدید

تحقیقی لیبارٹریاں۔ مگر اب یہ سب کچھ صرف چین کے لیے نہیں، دنیا کے لیے ہے۔

اور اس ''دنیا کے لیے چین'' کا دروازہ K ویزہ کے نام سے کھل چکا ہے۔

یہ ویزہ محض ایک دستاویز نہیں بلکہ ایک دعوت ہے۔

دعوت اُن ذہنوں کے لیے جو خواب دیکھنے اور تعبیر ڈھونڈنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

اب کسی پاکستانی طالب علم کو یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے لمبی کاغذی راہوں سے نہیں گزرنا پڑے گا،

اور کسی نوجوان انجینئر کو اپنی مہارت کے اظہار کے لیے دعوت نامے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

14 اگست 2025 کو جب بیجنگ میں وزارتِ انصاف نے اس ویزہ کے اجرا کا اعلان کیا تو دنیا بھر کے علمی حلقوں میں ایک نئی سرگوشی گونج اٹھی

''چین علم بانٹنے جا رہا ہے۔''

پھر یہ اعلان ہوا کہ 1 اکتوبر 2025 سے K ویزہ باقاعدہ طور پر جاری کیا جائے گا۔

یعنی یہ وہ دن ہوگا جب علم کی ایک نئی سرحد مٹ جائے گی۔

کلاس کے وقفے میں جب میں چینی دوست لی وین کے ساتھ کیفے کی چھت پر بیٹھی تھی، تو اُس نے مسکراتے ہوئے کہا

''اب ہمارے یونیورسٹیوں میں صرف چینی طلبہ نہیں ہوں گے، بلکہ دنیا کے ہر رنگ کے خواب ہوں گے۔''

میں نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ جہاں سورج ڈھل رہا تھا مگر فضا میں روشنی باقی تھی۔

شاید یہ روشنی اسی امید کی تھی جو K ویزہ کے ذریعے پھیلنے والی تھی۔

یہ پروگرام اُن نوجوانوں کے لیے ہے جو سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ، یا ریسرچ کے میدانوں میں کچھ نیا کرنا چاہتے ہیں۔

چاہے وہ ایک تحقیقی مقالہ ہو یا کوئی اسٹارٹ اَپ منصوبہ، چین اب ان کے لیے ایک پلیٹ فارم بن چکا ہے۔

یہ ویزہ انہیں بار بار داخلے کی اجازت دیتا ہے، لمبے قیام کی سہولت فراہم کرتا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ ان سے کسی اسپانسر کی قید نہیں چاہتا۔

میں نے جب پہلی بار اس پالیسی کی تفصیل پڑھی، تو سوچا

''یہ تو علم کی بیلٹ اینڈ روڈ ہے۔''

جہاں کبھی قافلے ریشم لاتے تھے، اب علم، تحقیق اور دوستی کے قافلے آئیں گے۔

پاکستان اور چین کے تعلقات کے اس نئے دور میں، K ویزہ محض ایک پروگرام نہیں بلکہ اعتماد کی نئی لکیر ہے۔ ایک ایسی لکیر جو سرحدوں کو نہیں، دلوں کو جوڑتی ہے۔

یہاں جب میں نے شینژن کے ایک ٹیکنالوجی پارک کا دورہ کیا جہاں مختلف ممالک کے نوجوان ماہرین کام کر رہے تھے۔

ان میں پاکستانی، ایرانی، افریقی اور یورپی چہرے بھی شامل تھے۔ سب اپنے اپنے علم سے چین کے مستقبل میں رنگ بھر رہے تھے۔

ایک روبوٹکس انجینئر، عائشہ تنویر، جو فیصل آباد سے آئی تھیں، اس نے بتایا

''چین میں تحقیق کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ یہاں محنت کو جلدی پہچان ملتی ہے۔'' شام کو یونیورسٹی کی راہداری میں چلتے ہوئے میں نے سوچا

مصنوعی سورج، سمارٹ شہر، فلک بوس عمارتیں، اور سبز دیواریں سب ترقی کی علامتیں ہیں۔

مگر اصل طاقت شاید ان نوجوانوں میں ہے جو دنیا کے مختلف گوشوں سے آ کر ایک خواب میں شریک ہیں۔

کھڑکی سے باہر شام کی نرم روشنی پھیل رہی تھی۔

مجھے یوں لگا جیسے چین نے صرف اپنے ملک کے لیے نہیں، پوری دنیا کے لیے ایک راستہ روشن کیا ہے

ایک راستہ جو علم، محنت اور تعاون سے گزرتا ہے۔

''زمین پر اگر روشنی ہے، تو وہ ان ہاتھوں سے ہے جو فاصلے مٹا دیتے ہیں۔''

ریل کی سیٹی بجی میرا سفر ختم ہو رہا تھا، مگر ایک نیا سفر شاید ابھی شروع ہوا تھا۔

وہ سفر جس میں انسان، علم، اور دوستی ایک ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔

ریل کی کھڑکی کے پار سورج ڈوب رہا تھا، اور میں اپنے سفر کے آخری باب میں داخل ہو رہی تھی۔ مصنوعی سورج سے لے کر اسمارٹ شہروں، فلک بوس عمارتوں، سبز دیواروں اور چین کہ'' کے ویزہ'' نئے مواقع تک

چین کے چہرے کے ہر رنگ کو میں نے قریب سے دیکھا تھا۔ مگر اب میں اُس خواب کی دہلیز پر تھی جس نے ان سب خوابوں کو جنم دیا بیلٹ

اینڈ روڈ انیشی ایٹو (BRI)۔

بیجنگ کی خزاں بھری شام میں جب میں نے ''بیلٹ اینڈ روڈ ایگزیبیشن سینٹر'' کا دورہ کیا، تو یوں لگا جیسے دنیا کے تمام راستے ایک ہی نقشے میں سمیٹ دیے گئے ہوں۔ دیواروں پر چمکتی لکیریں، نقشے پر جڑے ملکوں کے جھنڈے اور ان کے بیچ ایک مضبوط سنہری لکیر جو چین سے نکل کر

ایشیا، افریقہ، یورپ اور مشرقِ وسطیٰ تک پھیل رہی تھی۔ یہ وہی راستہ تھا جو صدیوں پہلے ریشم کی تجارت کے لیے کاروانوں نے طے کیا تھا، مگر اب وہی راستہ اسٹیل، ریل اور ڈیجیٹل نیٹ ورک میں بدل چکا ہے۔

ایک نوجوان چینی ماہر، لیو جیان، نے مجھے بتایا یہ محض تجارت نہیں، یہ رابطے کی نئی دنیا ہے۔ ہم 150 سے زائد ممالک کے ساتھ سڑکوں، بندرگاہوں اور ریل کے ذریعے ترقی بانٹنا چاہتے ہیں۔''

میں نے مسکرا کر پوچھا: ''اور پاکستان؟''

وہ فخر سے بولا:

CPEC چین پاکستان اقتصادی راہداری ہماری دوستی کا دل ہے۔

گوادر سے کاشغر تک جو رستہ کھل رہا ہے، وہ صرف مال کا نہیں، خوابوں کا راستہ ہے۔''

میں نے لمحہ بھر کو آنکھیں بند کیں اور تصور میں وہ راستہ دیکھا۔ ریگستانوں سے گزرتی ریل، سمندروں پر دوڑتی بحری جہاز، اور ان کے ساتھ چمکتے چہرے جنہیں روزگار اور امید ملی۔ یہ محض ایک معاشی منصوبہ نہیں تھا، بلکہ دنیا کو ایک دھاگے میں پرونے کی کوشش تھی۔

اسی دوران میں نے ایک پاکستانی طالب علم، زویا احسان، سے ملاقات کی جو چین میں اکنامکس پڑھ رہی تھی۔ اس نے کہ چین BRI نے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کیا ہے کہ ترقی صرف دولت کا نام نہیں، بلکہ اشتراک کا عمل ہے۔ جب راستے ملتے ہیں، تو قومیں قریب آتی ہیں۔''

اس کے الفاظ دل میں اتر گئے۔ شام ڈھلنے لگی تھی، سینٹر کی کھڑکیوں سے باہر بیجنگ کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ میں نے سوچا مصنوعی سورج نے توانائی دی، اسمارٹ شہروں نے نظم، سبز دیواروں نے سانس، اور اب بیلٹ اینڈ روڈ نے رشتے۔ چین نے ترقی کو صرف اپنے لیے نہیں، دنیا کے لیے بُن دیا ہے۔

واپسی کی رات ریل میں میں نے اپنا ڈائری کھولی۔ صفحہ در صفحہ میرا یہ سفر ایک نقشے میں ڈھلتا جا رہا تھا

ہیفی کا مصنوعی سورج، شینژن کے خودکار شہر، چانگشا کی بلندی، شمال کی سبز دیوار، بیجنگ کے تعلیمی دروازے، اور اب یہ عالمی رستہ جو زمین کو ایک شہر میں بدل رہا ہے۔

کھڑکی سے باہر جھانکا تو اندھیری رات میں دور کسی اسٹیشن کی روشنی لمحہ بھر کو چمکی۔

''یہ روشنی سفر کی نہیں، یقین کی ہے جو ایک ملک سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل رہی ہے۔''

ریل کی سیٹی بجی، اور مجھے لگا جیسے میرا سفر ختم نہیں ہوا، بلکہ اب ایک نئے سفر کا آغاز ہے

وہ سفر جس میں قومیں ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھیں گی۔

جہاں علم، تعاون اور انسانیت کی لکیر بیلٹ اینڈ روڈ کی طرح زمین کے نقشے پر ہمیشہ کے لیے کھنچ جائے گی۔

ایمازون کا عالمی سیٹلائٹ منصوبہ اور پاکستان کی شمولیت

کنزیومرواچ رپورٹ

ایمازون کا پروجیکٹ کائپر دراصل ایک 'لو ارتھ آربٹ' سیٹلائٹ نیٹ ورک ہے، جس کے ذریعے دنیا بھر میں تیز رفتار، کم لاگت اور مستحکم انٹرنیٹ فراہم کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت ایمازون 3,236 سیٹلائٹس خلا میں بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ سیٹلائٹس زمین کے قریب مدار میں گردش کریں گے اور زمین پر موجود صارفین کو 400 میگا بٹس فی سیکنڈ تک کی انٹرنیٹ اسپیڈ فراہم کریں گے۔ پاکستان میں اس منصوبے کی شروعات کے لیے ایمازون نے وفاقی وزارتِ آئی ٹی و ٹیلی کام سے باضابطہ رابطہ کیا ہے۔ وفاقی وزیر شزا فاطمہ خواجہ سے ملاقات کے دوران ایمازون کے اعلیٰ سطحی وفد نے 2026 کے اختتام تک پاکستان میں پروجیکٹ کائپر لانچ کرنے کا منصوبہ پیش کیا۔

ایمازون وفد کی ملاقات اور تجاویز

ایمازون کے وفد کی قیادت مصطفیٰ موسیٰ کر رہے تھے، جو یورپ، مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ میں پروجیکٹ کائپر کے لائسنسنگ و ریگولیٹری امور کے سربراہ ہیں۔ ان کے ہمراہ جیف کیٹز مین اور ہشام الشعیر بھی موجود تھے۔

وفد نے پاکستانی حکام کو بتایا کہ ایمازون نہ صرف سیٹلائٹ کے ذریعے انٹرنیٹ سروس فراہم کرے گا بلکہ ملک میں زمینی ڈھانچہ بھی قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جس میں گیٹ ویز اور پوائنٹس آف پریزنس (PoPs) شامل ہوں گے۔

یہ ڈھانچہ اس لیے ضروری ہے تاکہ سیٹلائٹ سے حاصل ہونے والے سگنلز کو مقامی نیٹ ورکس سے جوڑ کر مستحکم کنیکٹیویٹی اور کم تاخیر (Low Latency) کو یقینی بنایا جا سکے۔

پاکستان کے لیے امکانات اور مواقع

وزیرِ آئی ٹی شزا فاطمہ خواجہ نے اس ملاقات کو پاکستان کے ڈیجیٹل مستقبل کے لیے ایک "سنگِ میل" قرار دیا۔ انہوں نے کہا: "ایمازون کی پاکستان میں دلچسپی اس بات کا ثبوت ہے کہ عالمی ٹیکنالوجی کمپنیاں ہماری تیزی سے بڑھتی ہوئی ڈیجیٹل معیشت پر اعتماد رکھتی ہیں۔"

انہوں نے مزید کہا کہ پروجیکٹ کائپر کی بدولت ملک کے وہ علاقے جہاں اب تک روایتی انٹرنیٹ نہیں پہنچا، اب ڈیجیٹل شمولیت کے عمل کا حصہ بن سکیں گے۔ بلوچستان، شمالی علاقہ جات اور جنوبی پنجاب جیسے خطوں میں یہ منصوبہ تعلیمی، تجارتی اور سماجی تبدیلی کی نئی راہیں کھول سکتا ہے۔

ڈیجیٹل نیشن پاکستان

وزیرِ آئی ٹی نے کہا کہ یہ منصوبہ حکومت کے وژن "ڈیجیٹل نیشن پاکستان" کے عین مطابق ہے۔ ان کے مطابق:

"یہ صرف تیز انٹرنیٹ کا منصوبہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسا قدم ہے جو تعلیم، روزگار اور کاروبار کے نئے مواقع پیدا کرے گا۔"

انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان ایسے عالمی منصوبوں کو خوش آمدید کہتی ہے جو ڈیجیٹل معیشت کو وسعت دینے، نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع بڑھانے اور ای کامرس کے فروغ میں مددگار ثابت ہوں۔

پاکستان میں سیٹلائٹ انٹرنیٹ کی بڑھتی مسابقت

ایمازون سے قبل کئی بین الاقوامی کمپنیاں بھی پاکستان میں سیٹلائٹ انٹرنیٹ سروسز شروع کرنے میں دلچسپی ظاہر کر چکی ہیں۔

اسپیس ایکس کی کمپنی اسٹارلنک (Starlink) نے پہلے ہی ابتدائی دستاویزات وزارتِ آئی ٹی اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کو جمع کرا دی ہیں۔

فرانسیسی کمپنی یوٹل سیٹ (Eutelsat) کی ذیلی کمپنی ون ویب (OneWeb) پاکستان میں گیٹ وے ٹیسٹنگ اور تجارتی تعاون کے لیے مذاکرات کر رہی ہے۔

چینی کمپنی SSSC بھی اسی ضمن میں اپنی درخواست ابتدائی مراحل میں جمع کرا چکی ہے۔

ایمازون کا پروجیکٹ کائپر ان کمپنیوں کے بعد چوتھا بڑا عالمی سیٹلائٹ آپریٹر ہے جس نے پاکستان کے ساتھ باضابطہ رابطہ کیا ہے۔

ریگولیٹری پہلو اور سرکاری اقدامات

پاکستان میں سیٹلائٹ انٹرنیٹ کی فراہمی کے لیے تمام معاملات پاکستان سیٹلائٹ سروسز ریگولیٹری پالیسی (PASRP) کے تحت انجام پاتے ہیں۔ یہ پالیسی غیر ملکی کمپنیوں کے لیے لینڈنگ رائٹس، اسپیکٹرم الاٹمنٹ، گیٹ وے لائسنسنگ اور سیکیورٹی کلیئرنس جیسے ضوابط طے کرتی ہے۔

ان approvals کے لیے مختلف اداروں کا کردار اہم ہے، مثلاً:

سپارکو (SUPARCO)
فریکوئنسی الاٹمنٹ بورڈ (FAB)
پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA)
وزارتِ داخلہ (Interior Ministry)

ان تمام منظوریوں کے بعد ہی کسی غیر ملکی کمپنی کو پاکستان میں سروسز کے آغاز کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

پروجیکٹ کائپر کا دائرہ کار اور تکنیکی خصوصیات

پروجیکٹ کائپر کا بنیادی مقصد انٹرنیٹ کی رسائی کو عالمی سطح پر عام کرنا ہے۔ ایمازون کا کہنا ہے کہ اس منصوبے کے تحت:

جدید فیزڈ-ارے اینٹینا ٹیکنالوجی استعمال کی جائے گی،

صارفین کو کم لاگت والے ڈیٹا ٹرمینلز فراہم کیے جائیں گے،

اور نیٹ ورک کی مجموعی اسپیڈ 100 سے 400 Mbps تک ہوگی۔

یہ نظام خاص طور پر ان ممالک کے لیے مفید سمجھا جا رہا ہے جہاں انٹرنیٹ تک رسائی محدود ہے یا فائبر آپٹک نیٹ ورک پہنچانا مشکل ہے۔

معاشی اور سماجی اثرات

پاکستان میں پروجیکٹ کائپر کے آغاز سے متعدد معاشی اور سماجی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں:

ڈیجیٹل تقسیم (Digital Divide) کم ہوگی۔

ای لرننگ، ٹیلی میڈیسن اور ای گورننس جیسے منصوبوں کو فروغ ملے گا۔

چھوٹے کاروباروں اور ای کامرس پلیٹ فارمز کو سستی کنیکٹیویٹی میسر آئے گی۔

فری لانسنگ انڈسٹری کو نئی رفتار ملے گی، کیونکہ بہتر انٹرنیٹ براہِ راست عالمی مارکیٹ سے رابطے کو آسان بنائے گا۔

چیلنجز اور آئندہ راستہ

اگرچہ یہ منصوبہ پاکستان کے لیے بے حد مفید ہے، لیکن اس کے ساتھ کچھ چیلنجز بھی ہیں:

ریگولیٹری منظوریوں کا عمل وقت طلب ہے۔

اسپیکٹرم کے استعمال، قومی سلامتی اور ڈیٹا پرائیویسی کے معاملات پر تفصیلی مذاکرات درکار ہوں گے۔

مقامی ٹیلی کام کمپنیوں کے ساتھ انضمام (Integration) کے لیے پالیسی فریم ورک کو مزید بہتر بنانا ہوگا۔

ماہرین کے مطابق اگر حکومت اور نجی شعبہ مل کر اس منصوبے کو تیز رفتاری سے آگے بڑھائیں تو پاکستان جنوبی ایشیا کا ڈیجیٹل حب (HubDigital) بن سکتا ہے۔

ایمازون کا پروجیکٹ کائپر پاکستان کے لیے صرف ایک انٹرنیٹ سروس نہیں بلکہ ڈیجیٹل انقلاب کا نیا باب ہے۔

یہ منصوبہ ملک میں ٹیکنالوجی تک مساوی رسائی، روزگار کے نئے مواقع، تعلیمی ترقی اور عالمی رابطوں کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

اگر 2026 تک یہ منصوبہ عملی شکل اختیار کر لیتا ہے تو پاکستان کا انٹرنیٹ ماحولیاتی نظام خطے میں سب سے مضبوط اور جدید ترین میں شمار کیا جا سکتا ہے — اور یہی وہ قدم ہے جو پاکستان کو ڈیجیٹل معیشت کے اگلے مرحلے میں لے جا سکتا ہے۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمد پر 40 فیصد اضافی ڈیوٹی

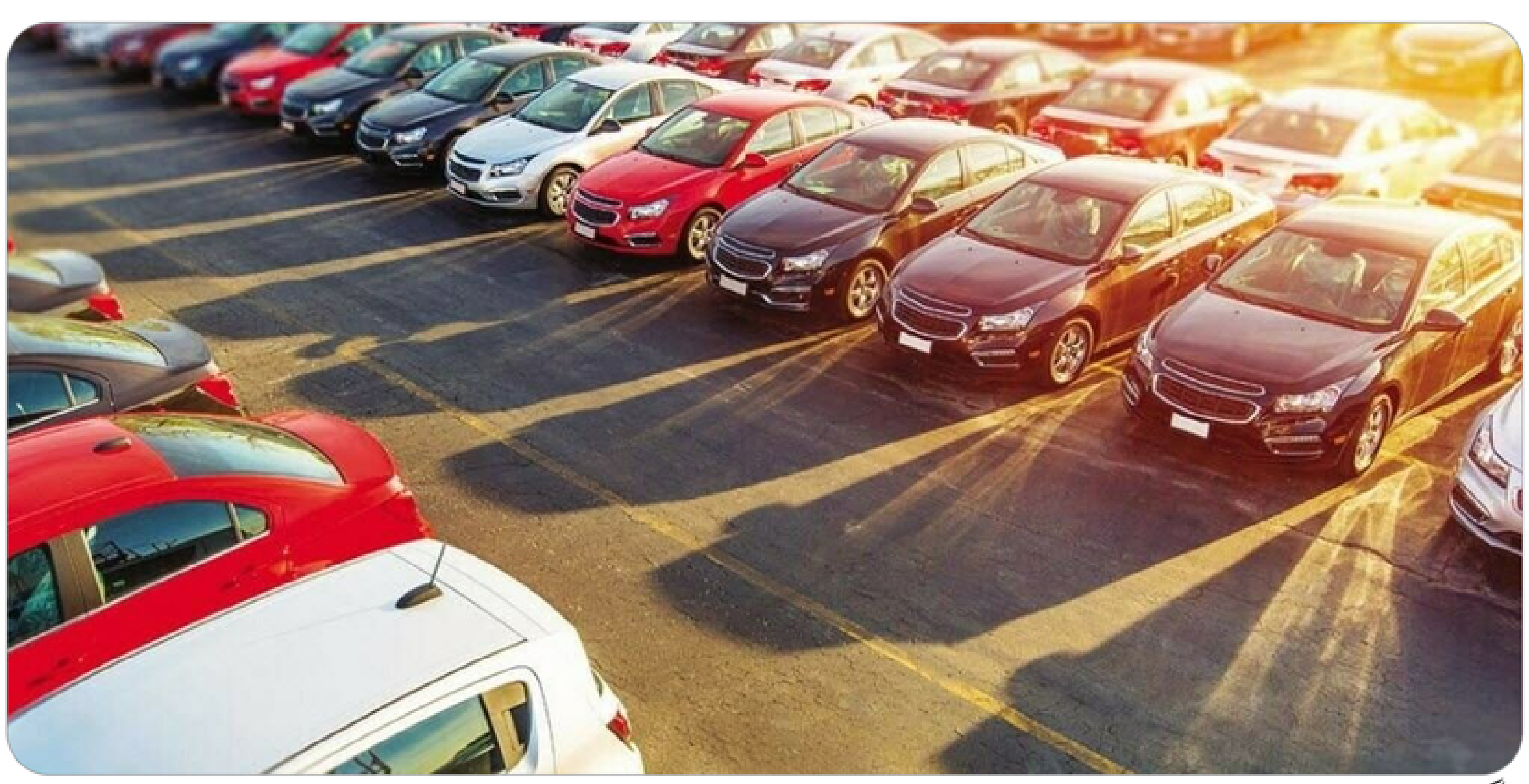

کنزیومر واچ نیوز

پاکستان میں آٹو سیکٹر کی پالیسی ہمیشہ سے عوام، تاجروں اور معیشت کے لیے ایک اہم موضوع رہی ہے۔ حالیہ فیصلہ جس کے تحت وفاقی حکومت نے استعمال شدہ گاڑیوں کی کمرشل درآمد پر 40 فیصد اضافی ریگولیٹری ڈیوٹی عائد کی ہے، نہ صرف پاکستان بلکہ خطے کے دیگر ممالک کی آٹو پالیسیوں سے بھی جڑا ہوا ہے۔

یہ تجزیہ اب صرف پاکستان تک محدود نہیں بلکہ ہم اس فیصلے کو عالمی اور علاقائی موازنہ کے ساتھ دیکھیں گے۔

پاکستان کی آٹو پالیسی کا خلاصہ

اضافی 40 فیصد ڈیوٹی عائد۔

2026 کے بعد ہر سال 10 فیصد کمی، 2029 میں مکمل خاتمہ۔

ابتدا میں صرف 5 سال سے کم پرانی گاڑیوں کی اجازت۔

ماحولیاتی اور حفاظتی معیارات لازمی۔

یہ پالیسی وقتی طور پر ریونیو بڑھانے اور مقامی آٹو انڈسٹری کو سہارا دینے کا ذریعہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا خطے کے دوسرے ممالک نے بھی اسی طرح کے اقدامات کیے ہیں؟

بھارت کی آٹو پالیسی

بھارت دنیا کے بڑے کار ساز ممالک میں شامل ہے۔ وہاں مقامی پیداوار کو ترجیح دی جاتی ہے اور درآمد شدہ گاڑیوں پر بھاری ٹیکسز اور ڈیوٹیز عائد ہیں تاکہ ملکی صنعت کو سہارا ملے۔

بھارت میں استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمد تقریباً ناممکن ہے کیونکہ حکومت سخت قوانین نافذ کرتی ہے۔

نئی درآمدی گاڑیوں پر 100 فیصد سے زائد ڈیوٹی عائد کی جاتی ہے، جس سے ان کی قیمت دگنی ہو جاتی ہے۔

بھارت میں الیکٹرک گاڑیاں تیزی سے متعارف ہو رہی ہیں، اور حکومت ان پر سبسڈی دے رہی ہے تاکہ درآمدی دباؤ کم کیا جا سکے۔

نتیجہ: بھارت نے اپنی مقامی صنعت کو اتنا مضبوط کر لیا ہے کہ وہاں عوامی طلب زیادہ تر مقامی برانڈز ہی پوری کر دیتے ہیں۔

بنگلہ دیش کی آٹو پالیسی

بنگلہ دیش میں بھی درآمدی گاڑیوں پر سخت کنٹرول ہے لیکن وہاں پاکستان کی نسبت زیادہ ریلیکسیشن پالیسی موجود ہے۔

استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمد کی اجازت ہے لیکن عمر کی حد 5 سال تک ہے۔

ڈیوٹی اور ٹیکسز بھاری ہیں، لیکن پھر بھی پاکستان کے مقابلے میں وہاں جاپانی ہائبرڈ گاڑیاں نسبتاً سستی دستیاب ہیں۔

بنگلہ دیشی حکومت مقامی آٹو انڈسٹری کو فروغ دینے کی کوشش کر رہی ہے، مگر ابھی یہ صنعت ابتدائی مراحل میں ہے۔

نتیجہ: بنگلہ دیش عوام کو معیاری استعمال شدہ گاڑیوں تک محدود حد تک رسائی دیتا ہے، جبکہ مقامی پیداوار کو بھی ساتھ ساتھ فروغ دیا جا رہا ہے۔

دیگر ممالک: سری لنکا اور نیپال

سری لنکا نے معاشی بحران کے دوران گاڑیوں کی درآمد پر مکمل پابندی لگا دی تھی تاکہ زرمبادلہ بچایا جا سکے۔

نیپال میں درآمدی گاڑیوں پر بھاری ٹیکسز ہیں، لیکن برقی گاڑیوں (EVs) پر سہولتیں دی گئی ہیں تاکہ درآمدی بل کم ہو اور ایندھن پر انحصار گھٹے۔

پاکستان کا موازنہ اور فرق

پاکستان کی نئی پالیسی ایک درمیانی راستہ ہے:

بھارت کی طرح مکمل پابندی یا بھاری ٹیکسز نہیں لگائے گئے۔

بنگلہ دیش کی طرح محدود عمر اور معیارات کا تقاضا رکھا گیا ہے۔

سری لنکا کی طرح مکمل بندش نہیں کی گئی بلکہ مرحلہ وار ریلیف (2026 سے 2029 تک) کا راستہ اپنایا گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے خطے کی دیگر معیشتوں کو دیکھتے ہوئے ایک متوازن حکمتِ عملی اپنائی ہے۔

عالمی رجحانات: الیکٹرک گاڑیاں (EVs)

دنیا بھر میں آٹو انڈسٹری تیزی سے الیکٹرک گاڑیوں کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔

چین دنیا کا سب سے بڑا EV پروڈیوسر ہے اور برآمدات میں ریکارڈ قائم کر رہا ہے۔

یورپ اور امریکہ نے 2035 تک پیٹرول اور ڈیزل گاڑیوں پر پابندی کا ہدف مقرر کیا ہے۔

جاپان اور کوریا بھی ہائبرڈ اور EV ٹیکنالوجی میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

پاکستان اگر اب بھی صرف پٹرول اور ڈیزل استعمال کرنے والی استعمال شدہ گاڑیوں پر انحصار کرتا رہا تو وہ عالمی رجحانات سے پیچھے رہ جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ درآمدی پالیسی میں الیکٹرک گاڑیوں کو خصوصی ریلیف دیا جائے تاکہ ملک ماحولیاتی چیلنجز اور ایندھن کی درآمدی لاگت سے بچ سکے۔

اعداد و شمار (2024-25 کے حوالے سے)

پاکستان میں سالانہ تقریباً 2.5 سے 3 لاکھ گاڑیاں مقامی طور پر تیار کی جاتی ہیں۔

درآمد شدہ استعمال شدہ گاڑیوں کی تعداد اوسطاً 40 سے 50 ہزار سالانہ رہی ہے۔

مقامی آٹو انڈسٹری کا انحصار زیادہ تر جاپانی کمپنیوں پر ہے جن میں سوزوکی، ہونڈا اور ٹویوٹا شامل ہیں۔

پاکستان میں گاڑیوں کی اوسط قیمت ڈالر کے مقابلے میں 50 فیصد سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔

خطے کے مقابلے میں پاکستان میں فی کس گاڑیوں کی تعداد سب سے کم ہے:

بھارت: 30 گاڑیاں فی 1000 افراد

بنگلہ دیش: 20 گاڑیاں فی 1000 افراد

پاکستان: صرف 18 گاڑیاں فی 1000 افراد

یہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ پاکستان میں گاڑیوں کی طلب بہت زیادہ ہے مگر پالیسیوں کی وجہ سے عوامی رسائی محدود ہو جاتی ہے۔

پاکستان کی حکومت نے استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمد پر 40 فیصد اضافی ڈیوٹی عائد کر کے وقتی طور پر ریونیو بڑھانے اور مقامی صنعت کو سہارا دینے کی کوشش کی ہے۔ خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں یہ پالیسی درمیانی راستہ ہے، تاہم عالمی سطح پر تیزی سے بڑھتی ہوئی EV مارکیٹ کو دیکھتے ہوئے پاکستان کو مستقبل کی حکمت عملی پر نظرِ ثانی کرنا ہوگی۔

اگر حکومت اور مقامی آٹو انڈسٹری اس عرصے میں جدید ٹیکنالوجی لانے، قیمتیں کم کرنے اور معیار بہتر بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو 2029 کے بعد بھی عوام کو درآمدی گاڑیوں کی ضرورت کم ہو سکتی ہے۔ بصورت دیگر، یہ پالیسی وقتی ریلیف تو دے گی مگر طویل المدتی مسائل کو حل نہیں کر پائے گی۔

سیلاب کے باعث سپلائی چین میں رکاوٹیں

مہنگائی میں اضافہ ہوسکتا ہے، وزارت خزانہ

کنزیومر واچ رپورٹ

حکومت نے خبردار کیا ہے کہ مالی اور صنعتی کارکردگی میں بہتری کے باوجود جاری سیلاب کے باعث پیدا ہونے والی سپلائی چین میں رکاوٹیں مہنگائی میں وقتی اضافے کا سبب بن سکتی ہیں۔

رپورٹ کے مطابق وزارتِ خزانہ نے اپنے ماہانہ اقتصادی جائزے اور ستمبر 2025 کے آؤٹ لک میں کہا ہے کہ 2025 کے جاری سیلاب کی وجہ سے زرعی شعبہ متاثر ہونے کا امکان ہے، سیلاب سے متعلق رکاوٹیں خوراک کی سپلائی چین پر دباؤ ڈال سکتی ہیں جس کے نتیجے میں قیمتوں میں اضافہ

ہوگا، اس کے باعث مہنگائی عارضی طور پر بڑھے گی مگر ستمبر 2025 میں یہ 3.5 سے 4.5 فیصد کے درمیان قابو میں رہے گی۔ وزارت نے اس بات پر اطمینان ظاہر کیا کہ ان رکاوٹوں کے باوجود معاشی سرگرمیاں مجموعی طور پر مستحکم رہیں، بڑی صنعتوں (ایل ایس ایم) کی بحالی، جو سیمنٹ کی ترسیل، گاڑیوں کی پیداوار اور متعلقہ صنعتوں کے حوصلہ افزا رجحانات سے تقویت پا رہی ہے، آنے والے مہینوں میں صنعتی رفتار کو مضبوط کرے گی۔ وزارت خزانہ کو توقع ہے کہ بیرونی شعبہ بھی مستحکم رہے گا اور زیادہ درآمدی طلب کے باوجود کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ قابو میں رہے گا، ترسیلات زر نے مضبوط سہارا فراہم کیا ہے، جب کہ برآمدات میں ابتدائی بحالی کے آثار نظر آئے، گرتی ہوئی عالمی اجناس کی قیمتیں درآمدی بل کم کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔

رپورٹ کے مطابق معیشت نے موجودہ مالی سال کے ابتدائی 2 ماہ میں استحکام اور نمو کی راہ برقرار رکھی ہے، جس میں مہنگائی میں کمی، بڑے پیمانے کی صنعت میں بہتری اور مالی خسارہ کنٹرول میں ہے، حالانکہ جولائی 2025 سے شدید سیلاب کا سامنا ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ خریف کی فصلوں اور مویشیوں کے نقصان کا جائزہ جاری ہے، جب کہ حکومت نے شدید سیلاب سے متاثرہ کسانوں کی مدد اور بڑھتی ہوئی ماحولیاتی مشکلات سے نمٹنے کے لیے ملک بھر میں موسمیاتی اور زرعی ایمرجنسی نافذ کردی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ بڑے پیمانے کی صنعت نے جولائی 2025 میں سال بہ سال 9 فیصد اور ماہ بہ ماہ 2.6 فیصد نمایاں اضافہ ریکارڈ کیا، مجموعی طور پر 22 میں سے 16 شعبوں میں مثبت ترقی ہوئی جن میں ٹیکسٹائل، ملبوسات، کوک اور پیٹرولیم مصنوعات، غیر دھاتی معدنی مصنوعات اور دواسازی شامل ہیں۔

کنزیومر پرائس انڈیکس (سی پی آئی) کے مطابق مہنگائی اگست 2025 میں 3 فیصد پر آگئی، جب کہ جولائی-اگست مالی سال 26 کے دوران یہ 3.5 فیصد رہی، جو گزشتہ سال کے 10.4 فیصد سے نمایاں طور پر کم ہے۔ وزارتِ خزانہ نے کہا کہ حکومت مالی سال 26 میں مالی کارکردگی مزید بہتر کرے گی اور مضبوط مالی کھاتوں پر بنیاد رکھتے ہوئے آگے بڑھے گی، جنہوں نے 8 سال کی کم ترین مالی خسارہ اور 24 سال کی بلند ترین پرائمری سرپلس فراہم کیا۔ حکومت نے مؤثر وسائل جمع کرنے اور محتاط اخراجات کی حکمت عملی کا بھی وعدہ کیا ہے، تاہم جولائی میں خالص وفاقی آمدن صرف 7.7 فیصد بڑھی، جسے غیر ٹیکس آمدن میں 23.9 فیصد اور ٹیکس آمدن میں 14.8 فیصد اضافے نے سہارا دیا۔ جولائی میں غیر ٹیکس آمدن زیادہ تر پٹرولیم لیوی، منافع اور دفاعی مد میں وصولیوں کی وجہ سے رہی۔ جولائی-اگست مالی سال 26 کے دوران ایف بی آر کی خالص وصولیاں 14.1 فیصد بڑھیں جب کہ اخراجات میں 28.8 فیصد اضافہ ہوا، نتیجتاً مالی خسارہ جی ڈی پی کا 0.2 فیصد تک محدود رہا، جب کہ پرائمری سرپلس 228 ارب 90 کروڑ روپے (جی ڈی پی کے 0.2 فیصد) تک بہتر ہوا جو گزشتہ سال 107 ارب 10 کروڑ روپے (جی ڈی پی کے 0.1 فیصد) تھا۔ کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ جولائی-اگست مالی سال 26 کے دوران 62 کروڑ 40 لاکھ ڈالر رہا، جو گزشتہ سال کے 43 کروڑ ڈالر سے بڑھ گیا۔ اشیا کی برآمدات 10.2 فیصد بڑھ کر 5 ارب 30 کروڑ ڈالر رہیں، جب کہ درآمدات 8.8 فیصد بڑھ کر 10 ارب 40 کروڑ ڈالر تک پہنچ گئیں، جس کے نتیجے میں تجارتی خسارہ 5 ارب 10 کروڑ ڈالر رہا، جو گزشتہ سال کے 4 ارب 80 کروڑ ڈالر سے زیادہ ہے، ترسیلات زر 7 فیصد بڑھ کر 6 ارب 40 کروڑ ڈالر ہوگئیں، جن میں سعودی عرب (24.6 فیصد حصہ) اور یو اے ای (20.6 فیصد حصہ) سرِفہرست رہے۔ خالص براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (ایف ڈی ا?ئی) 36 کروڑ 40 لاکھ ڈالر رہی جو 22 فیصد کم ہے، تاہم نجی اور عوامی پورٹ فولیو سرمایہ کاری میں بالترتیب 7 کروڑ 40 لاکھ ڈالر اور ایک کروڑ 10 لاکھ ڈالر کے خالص انخلا ریکارڈ کیے گئے، 19 ستمبر تک زرمبادلہ کے ذخائر 19 ارب 80 کروڑ ڈالر ریکارڈ کیے گئے، جن میں 14 ارب 40 کروڑ ڈالر اسٹیٹ بینک کے پاس تھے، جو گزشتہ سال کے ساڑھے 9 ارب ڈالر کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ وزارتِ خزانہ نے کہا کہ مالیاتی حالات مستحکم رہے اور اسٹاک مارکیٹ نے اپنی تیزی برقرار رکھی، جو سرمایہ کاروں کے اعتماد کی عکاسی کرتی ہے۔

اگرچہ سیلاب کے باعث پیدا ہونے والی رکاوٹیں مہنگائی کے لیے وقتی خطرات پیدا کرتی ہیں، تاہم مجموعی منظرنامہ ایک مستحکم معاشی ماحول کی نشاندہی کرتا ہے جہاں صنعت، بیرونی آمدنی اور مالی نظم و ضبط میں مثبت رجحانات پائیدار ترقی کی ضمانت بننے کی توقع ہے۔

گوگل نے پاکستانی طلبا کیلئے ایک سالہ مفت اے آئی پرو پلان متعارف کرادیا

لندن (کنزیومرواچ نیوز) گوگل نے پاکستان میں 18 سال یا اس سے زائد عمر کے طلبا کے لیے ایک سالہ مفت اے آئی پرو پلان متعارف کرایا ہے۔تفصیلات کے مطابق گوگل نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان میں وہ طلبہ جن کی عمر 18 سال یا اس سے زیادہ ہے، اب ایک سال تک گوگل اے آئی پرو پلان مفت حاصل کر سکتے ہیں۔اس میں گوگل کے جدید اے آئی ٹولز شامل ہیں جیسے کہ جیمینی 2.5 پرو ماڈل اور ڈیپ ریسرچ فیچر وغیرہ۔اس کے علاوہ اے آئی کو ادیگر گوگل ایپس جیسے جی میل، ڈاکس، شیٹس، سلائیڈز اور میٹ کے اندر بھی انٹیگریٹ کیا جائے گا تا کہ طلبہ آسانی سے کام کر سکیں جیسے ای-میل سمری، پریزنٹیشنز بنانا اور ڈیٹا اینالیسس وغیرہ۔اس میں دیگر ٹولز جیسے نوٹ بک ایل ایم بھی شامل ہیں۔ ساتھ ہی Veo 3 اور Flow جیسے ویڈیو بنانے والے فیچرز سے ٹیکسٹ یا تصویروں سے ویڈیوز بنانے کی سہولت بھی ہوگی۔مفت پلان میں 2 ٹی بی کلاؤڈ اسٹوریج بھی شامل ہوگی جو ڈرائیو، جی میل اور فوٹوز پر ڈیٹا محفوظ کرنے کیلیے ہے۔اس پرو پلان کو پانے کیلئے طلبا کو درخواست یا رجسٹریشن کرنا ہوگی جو گوگل کے ”offer student“ یا Gemini student offer صفحہ پر دستیاب ہوگی، جہاں طالب علم کی حیثیت Verify کرنے کے بعد یہ پلان ایکٹیویٹ کیا جاسکتا ہے۔

سام سنگ کے ’ٹرائی-فولڈ‘ سے متعلق دلچسپ انکشاف

سیول (کنزیومرواچ نیوز) ٹیکنالوجی کمپنی سام سنگ اپنا پہلا سہ جہتی (ٹرائی-فولد) اسمارٹ فون رواں برس متعارف کرانے جارہی ہے لیکن کمپنی کی جانب سے ابھی تک تاریخ کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔البتہ، KIPRIS میں شائع ہونے والے پیٹنٹ ڈاکیومنٹ میں گلیکسی زی ٹرائی فولڈ نامی فون کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ ٹرائی-فولڈ میں تین بیٹریاں دی جائیں گی۔ڈاکیومنٹ کے مطابق چونکہ یہ ایک ٹرائی-فولڈنگ اسمارٹ فون ہے،اس میں تین خانے ہوں گے اور ہر خانے میں ایک بیٹری سیل ہوگا۔دیے گئے ٹرائی فولڈ کے خاکے میں دیکھا جاسکتا ہے کہ سب سے چھوٹی بیٹری ٹی 1 اس خانے میں ہے جس میں تین ریئر کیمرا ہیں جبکہ دوسری بڑی بیٹری ٹی 3 اس خانے میں ہے جس میں کوور ڈسپلے ہے۔سب سے بڑی بیٹری ٹی 2 اس خانے میں ہے جو ٹرائی فولڈ کے فولڈ ہونے پر درمیان میں آتا ہے۔

مائیکروسافٹ نے ونڈوز صارفین کو خبردار کردیا

لندن (کنزیومرواچ نیوز) گوگل نے پاکستان میں 18 سال یا اس سے زائد عمر کے طلبا کے لیے ایک سالہ مفت اے آئی پرو پلان متعارف کرایا ہے۔تفصیلات کے مطابق گوگل نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان میں وہ طلبہ جن کی عمر 18 سال یا اس سے زیادہ ہے، اب ایک سال تک گوگل اے آئی پرو پلان مفت حاصل کر سکتے ہیں۔اس میں گوگل کے جدید اے آئی ٹولز شامل ہیں جیسے کہ جیمینی 2.5 پرو ماڈل اور ڈیپ ریسرچ فیچر وغیرہ۔اس کے علاوہ اے آئی کو ادیگر گوگل ایپس جیسے جی میل، ڈاکس، شیٹس، سلائیڈز اور میٹ کے اندر بھی انٹیگریٹ کیا جائے گا تا کہ طلبہ آسانی سے کام کر سکیں جیسے ای-میل سمری، پریزنٹیشنز بنانا اور ڈیٹا اینالیسس وغیرہ۔اس میں دیگر ٹولز جیسے نوٹ بک ایل ایم بھی شامل ہیں۔ساتھ ہی Veo 3 اور Flow جیسے ویڈیو بنانے والے فیچرز سے ٹیکسٹ یا تصویروں سے ویڈیوز بنانے کی سہولت بھی ہوگی۔مفت پلان میں 2 ٹی بی کلاؤڈ اسٹوریج بھی شامل ہوگی جو ڈرائیو، جی میل اور فوٹوز پر ڈیٹا محفوظ کرنے کیلیے ہے۔اس پرو پلان کو پانے کیلئے طلبا کو درخواست یا رجسٹریشن کرنا ہوگی جو گوگل کے ”offer student“ یا Gemini student offer صفحہ پر دستیاب ہوگی، جہاں طالب علم کی حیثیت Verify کرنے کے بعد یہ پلان ایکٹیویٹ کیا جاسکتا ہے۔

طبعیات کا نوبیل انعام حاصل کرنیوالے سائنس دانوں کے ناموں کا اعلان

واشنگٹن (کنزیومرواچ نیوز) رائل سوئیڈش اکیڈمی آف سائنسز نے سال 2025 میں طبعیات کے شعبے میں نوبیل انعام حاصل کرنے والے سائنس دانوں کے ناموں کا اعلان کردیا۔پریس ریلیز کے مطابق جان کلارک، مائیکل ڈیووریٹ اور جان مرٹینیز کو میکروسکوپک کوانٹم مکینیکل ٹنلنگ اور الیکٹرک سرکٹ میں انرجی کوانٹائزیشن کی دریافت پر نوبیل انعام دیا گیا۔ایوارڈ کے ساتھ سائنس دانوں کو 12 لاکھ ڈالر کی انعامی رقم بھی دی جائے گی جو تینوں سائنس دانوں میں برابر تقسیم ہوگی۔ یہ انعامی رقم 10 دسمبر کو اسٹاک ہوم میں منعقد ہونیوالی ایک تقریب میں دی جائے گی۔نوبیل کمیٹی برائے فزکس کے چیئر اور اپسلا یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے اولی ایرکسن کا کہنا تھا کہ آج کوئی بھی جدید ٹیکنالوجی ایسی نہیں ہے جو کوانٹم مکینکس پر انحصار نہ کرتی ہو۔چارمرز یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی کے گورن جوہانسن نے بتایا کہ ایوارڈ پانے والے ان تین سائنس دانوں نے کوانٹم ٹنلنگ کو مائیکروسکوپک دنیا سے سپر کنڈکٹنگ چپس تک پہنچایا جس سے طبعیات دانوں کو کوانٹم فزکس پڑھنے کا موقع ملا اور بالآخر کوانٹم کمپیوٹر بنا سکے۔ پروفیسر جان کلارک امریکی شہر برکیلے میں قائم یونیورسٹی آف کیلیفورنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔جبکہ مائیکل ڈیوریٹ ییل یونیورسٹی اور جان مارٹینیز سانٹا باربرا میں موجود یونیورسٹی آف کیلیفورنیا میں بطور پروفیسر کام کررہے ہیں۔

سب سے زیادہ ایپ ڈاؤن لوڈ کہاں کی جاتی ہیں، پاکستان کس نمبر پر؟

اسلام آباد (کنزیومرواچ نیوز) دنیا بھر میں روزانہ اربوں کی تعداد میں ایپس ڈاؤن لوڈ کی جاتی ہیں لیکن کیا آپ جانتے ہیں دنیا میں سب سے زیادہ ایپس ڈاؤن لوڈ کس ملک میں کی جاتی ہیں اور ہمارا ملک پاکستان اس حوالے سے کس نمبر پر ہے؟۔ایپ ڈاؤن لوڈز کی تعداد کے لحاظ سے پاکستان تھوڑا پیچھے ہی سہی مگر یہ ٹاپ 10 ممالک کی فہرست میں ضرور شامل ہوگیا ہے۔پاکستان نے 2024 میں تقریباً 3.56 بلین ڈاؤن لوڈز کیے اور گلوبلی ایپ ڈاؤن لوڈز میں نواں نمبر حاصل کیا۔2022 میں بھی پاکستان نے تقریباً 3.5 بلین ڈاؤنلوڈز کے ساتھ دنیا بھر میں نواں مقام حاصل کیا تھا۔پاکستان کی ایپ مارکیٹ میں سالانہ اضافہ بھی بہت تیز ہے، مثلاً 2022 میں ڈاؤنلوڈز میں تقریباً 4 . 5 3 فیصد کا اضافہ ہوا۔تاہم ڈیٹا کے مطابق جو ممالک ٹاپ 4 میں آتے ہیں ان میں سرفہرست چین ہے جو بہت زیادہ تعداد میں ڈاؤن لوڈز کے ساتھ اولین مقام پر ہے۔اس کے بعد بھارت چین کے بعد ایک بہت بڑے ایپ مارکیٹ کی حیثیت سے ہے۔ بھارت میں برازیل اور چوتھے نمبر انڈونیشیا ہے۔

چوہے زہریلی گیسوں میں کیسے زندہ رہ جاتے ہیں، حیران کُن صلاحیت

لندن (کنزیومرواچ نیوز) چوہے بعض زہریلی یا قاتل گیسوں والے ماحول میں بھی زندہ رہ جاتے ہیں مگر ایسا کیسے ممکن ہوتا ہے؟ دراصل ان میں کچھ ایسے بیالوجیکل رویّے اور ماحولیاتی طریقے ہوتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچنے سے بچاتے یا زندہ رہنے میں مدد دیتے ہیں۔جب گیس کی بو یا ہلکا چکر آتا ہے تو چوہے بیٹھے نہیں رہتے بلکہ تیزی سے اٹھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ نیز زہریلی جگہیں عام طور پر یکساں نہیں ہوتیں۔ چوہے کم خطرناک راستوں، نچلے یا اوپر حصّوں میں شفٹ ہو جاتے ہیں یا چھپنے کی جگہیں بدل لیتے ہیں۔چوہے کم آکسیجن اور زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ میں زیادہ عرصہ زندہ رہ سکتے ہیں۔ان کے میٹابولزم میں ایسی تبدیلیاں آتی ہیں جو آکسیجن کی کم دستیابی میں توانائی کے متبادل ذرائع استعمال کرتی ہیں۔اس کے علاوہ سانس آہستہ کر کے وہ جسم کے آکسیجن استعمال کو کم کرتے ہیں تا کہ نقصان کم ہو۔چوہوں کا جگر زہریلے ماڈوں کو نیوٹرلائز کرنے والے انزائمز کو فعال کر کے زہریلے ماڈوں کو تیزی سے کم زہریلے مادوں میں بدل دیتا ہے۔بعض جانوروں میں ایسے انزائمز ہوتے ہیں جو سائنائڈ یا دیگر مخصوص ذرات کو غیر زہریلا بنادیتے ہیں۔ناک اور پھیپھڑوں کے حامل خلیے بعض گیسوں کو پہلے روک لیتے یا جزوی طور پر فلٹر بھی کر لیتے ہیں۔جلد یا سانس کے خلیے زہریلے ماڈے سے ہونے والے نقصان کو جلدی مرمت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

Hamdard

عافیت سے جیتے رہو!

جن کی خدمت نے جہاں بھر کو منور کر دیا

شہید حکیم محمد سعید

9 January 1920 — 17 October 1998

جہانِ علم و حکمت کا وہ اک روشن ستارہ تھا
جو بن کر شمعِ خدمت، جگمگاتا ماہ پارہ تھا

ہم آج شہید حکیم محمد سعید کے یومِ شہادت پر انھیں
دلی خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں